

فلسطين اسپیشل

ابن القایم و القایم
الزکی لیسے کے تلامذہ

راشعی بغری زافسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

فلانی از ختم نبوت کا ترجمان

العاقب

صفر ۱۴۳۰ھ فروری ۲۰۰۹ء

مختصر علامہ حافظ خادم حسین رضوی

زیر نگرانی:



اکادیمی

صہیونی بربریت اور حکمرانوں کی بے حسی

ارض مقدس فلسطین میں 1948ء میں ایک مصنوعی ہندی کے تحت دنیا بھر سے یہودیوں کو اکٹھا کر کے بسایا گیا۔ اس کے لیے پہلے ”ہولو کاسٹ“ کا ڈرامہ رچایا گیا پھر یہودیوں کو مظلوم کہہ کر فلسطینی زمین پر قبضہ کیا گیا۔ ان درآمد شدہ یہودیوں کو یورپ، امریکہ، افریقہ، عرب اور ایشیا سے لایا گیا۔ اس وقت اسرائیل کی کل آبادی 72 لاکھ 82 ہزار ہے جن میں سے 76 فیصد یہودی ہیں۔ یہودیوں نے فلسطین کے 22 ہزار 72 مربع کلومیٹر پر ناجائز قبضہ کر کے اپنی ریاست ”اسرائیل“ قائم کی حتیٰ کہ فلسطینی شہر ”یافا“ کو ”تل ابیب“ کا نام دے کر اسے اپنا دار الحکومت قرار دیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل کی بد معاشی میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ 1967ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد امریکی سرپرستی میں اسرائیل خطے کی ناقابل تسخیر قوت کے طور پر ابھرا اور تقریباً تمام عرب حکمران اس سے دبا کر رہ گئے۔ ایسے حالات میں جب مسلمان ممالک کے عرب حکمران کا سہ ایسی پوزیشن میں آ گئے تو فلسطین ہی کے مظلوم مسلمانوں نے جذبہ جہاد کے تحت کفر سے برسر پیکار ہونے کا فیصلہ کیا۔

اسرائیلی حکام نے فلسطین میں یہ حکمت عملی اپنائی ہے کہ وہ ہر تھوڑے عرصے بعد بھرپور قوت سے

12	اسلام میں حکمرانی عدل و انصاف کا تصور علامہ حافظ خادم حسین رضوی	8	وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	13	اکادیمی محمد وحید نور
25	کیا یہی آزاد دنیا ہے؟ خالد مشعل	21	لہو لہو فلسطین محمد شعیب غنی	19	نعت رسول مقبول پیر سید مہر علی شاہ گوڑوی
37	ایک دیوار گریہ بنائیں کہیں عرفان صدیقی	35	طارق کی دعا علامہ محمد اقبال	29	انٹرویو ڈاکٹر محمود الزہار
47	مکتوبِ گرامی	44	عالم اسلام کی بے حسی نعیم اللہ چترالی	40	تماشا گاہ اوریا مقبول جان
64	بزم اطفال مدیر	63	دارالافتاء	53	قادیانوں کی اسرائیلی دوستی عرفان محمود برق
49	اے لہورنگ فلسطین فتیق الطہر	49	اے لہورنگ فلسطین فتیق الطہر	49	اے لہورنگ فلسطین فتیق الطہر

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

فلسطینی رہائشی علاقوں پر مجاہدین کی آڑ میں حملہ کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً اس علاقے کے مقامی رہائشی خوف اور یہودی مظالم سے تنگ آ کر نقل مکانی کر جاتے ہیں اور وہ علاقہ اسرائیلیوں کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ اسرائیل کے جسی جنون اور فلسطینیوں کی مظلومیت کے سبب کئی مرتبہ عالمی طاقتوں نے نام نہاد ”امن معاہدے“ بھی کروائے لیکن اسرائیلی ہٹ دھرمی کے باعث ہر امن معاہدہ خطے میں موجود پہلے امن کو بھی غارت کر دیتا ہے۔ سال گزشتہ میں بھی دونوں جانب سے اسی طرح کے فائر بندی کا ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں ایک فریق اسرائیل اور دوسری فریق فلسطینی مجاہدین کی تنظیم اور برسرِ اقتدار جماعت حماس تھی۔ اسرائیل نے صرف معاہدے تک ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ 18 ماہ تک فلسطین میں غزہ کی مکمل ناکہ بندی کی۔ اس ناکہ بندی میں غزہ کے 14 لاکھ (3 لاکھ مقامی اور 11 لاکھ مہاجر) لوگوں کو ہر طریقے سے اذیت میں مبتلا کیا گیا۔ غزہ پٹی کی دو اطراف میں سمندر ہے جس میں ہر وقت اسرائیلی بحری بیڑے موجود ہوتے ہیں جبکہ تیسری طرف خود ناجائز ریاست اسرائیل اور چوتھی طرف شام کا بارڈر ہے۔

27 دسمبر بروز ہفتہ 12 بجے کے قریب اسرائیل کی جانب سے موت کا ایسا کھیل شروع ہوا جس نے پل بھر میں غزہ کا نقشہ بدل دیا۔ 64 اسرائیلی طیارے فضا میں غزہ پر بمباری کر رہے تھے اور پل بھر میں نٹوں بارود نہتے لوگوں پر برسایا گیا۔ اسرائیلی درندگی کی انتہاء اس قدر عروج پر تھی کہ اگلی لمحے تاریخ میں پہلی بار اسرائیلی توپ خانہ حرکت میں آ گیا اور تقریباً 6500 ٹینک اہل غزہ کو خاک و خون میں تڑپانے کے لیے چڑھ دوڑے۔

اسرائیلی جنگی جہازوں، ٹینکوں، گاڑیوں اور فوجیوں کے سامنے جو کچھ آیا وہ اسے نیست و نابود کرتے گئے۔ اسرائیل نے اس حملے کا مقصد حماس کو کمزور کرنا اور اسے ہتھیاروں سے پاک کرنا تھا ہے لیکن جب غزہ کو دیکھا جائے تو تمام بنیادی تعمیرات تباہ ہو چکی ہے۔ اس میں مسجد، سکول، ہسپتال پارلیمنٹ ہاؤس اور وزارت داخلہ وغیرہ شامل ہیں۔ اب اہل فہم سے پوشیدہ نہیں کہ اسرائیل کا

مقصد حماس کی تباہی اور فلسطینی آبادی۔ اگر ٹارگٹ حماس تھی تو مسجد، سکول، ہسپتال اور عام رہائش گاہوں کی تباہی کی کیا ضرورت تھی؟

اسرائیل کی اس تازہ ترین 22 روزہ جارحیت میں سنگین ترین مرحلہ اس وقت درپیش آیا جب اسرائیل نے 10 جنوری کو جبالہ اور خوزہ میں ممنوع فاسفورس بموں کا بے دریغ استعمال کیا۔ عالمی قوانین میں فاسفورس بموں کے استعمال پر پابندی ہے کیونکہ یہ ایسا ہولناک اور تباہ کن مادہ ہے جو انسانی زندگیوں کے جانداروں کے گوشت کو ہڈیوں سمیت پگھلا دیتا ہے اور اس کی زہریلی گیس انسانی دماغ میں داخل ہو کر نظام تنفس کو تباہ کر دیتی ہے۔

اسرائیل کے ناجائز وجود کے قیام سے آج تک کتنے بے گناہ فلسطینی اس کے جنگی جنون کی شکار ہو چکے ہیں کوئی بڑے سے بڑا اداہ بھی اسے شمار کرنے سے قاصر ہے۔ اسرائیل کی حالیہ درندگی میں 1400 سے زائد فلسطینی مسلمان شہید اور ان گنت زخمی ہوئے۔ شہید اور زخمی ہونے والوں میں بچے اور خواتین بھی شامل ہیں۔ بمباری میں تباہ ہونے والے صرف انسانی اعضاء ہی نہیں بلکہ اسرائیلی جارحیت نے فلسطینیوں کو معاشی طور پر 10 سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔

اسرائیلی بمباری کے دوران اسرائیل کے وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے فرانس، جرمنی، سپین اور امریکا کے سربراہان مملکت کے ساتھ پریس کانفرنس میں کہا کہ ”غزہ پر حملوں کا مقصد حماس کو کمزور کرنا تھا“ دوسری طرف اسرائیل کی پشت پناہ امریکی وزیر خارجہ کا فرمان تھا کہ ”غزہ کے فلسطینی فوجیوں پر اسرائیلی بمباری روکنا مشکل ہے۔ امریکہ غزہ پر محمود عباس کی عمل داری چاہتا ہے۔“

اب سوال یہ اٹھاتا ہے کہ صیہونی طاقتوں کو حماس سے نفرت اور محمود عباس سے محبت کیوں ہے؟ اس کی درکروالی کی جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ حماس نے اپنے قیام سے اب تک ہر اسرائیلی جارحیت کا بھرپور اور موثر جواب دیا ہے۔ حماس کی جدوجہد صرف میدان جنگ تک ہی

محدود نہیں رہی بلکہ انہوں نے اس کا دائرہ کار مزید وسیع کرتے ہوئے بلدیاتی اور پارلیمانی انتخابات میں حصہ لے کر واضح اکثریت حاصل کی اور فلسطین میں اپنی حکومت بھی قائم کی جس کے وزیراعظم اسماعیل ہانیہ تھے۔ ایسے حالات میں امریکہ اور اس کے بغل بچہ اسرائیل کو قطعاً یہ گوارہ نہیں کہ حماس کی جڑیں فلسطینی عوام تک پہنچیں۔ فلسطینی صدر محمود عباس کو صہیونی تھپکی اور چاہت کیوں حاصل ہے؟ اس کا جواب بھی ماضی کی ہلکی سی جھلک سے مل جائے گا۔ یاسر عرفات سابق صدر فلسطین کی وفات کے بعد محمود عباس صدر منتخب ہوئے۔ موصوف اسرائیل اور امریکہ نوازی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ مغربی کنارے میں ہونے والے کسی بھی اسرائیلی مخالف مظاہرے کو سبوتاژ کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ پچھلے ڈیڑھ سال میں محمود عباس نے حماس کے کارکنوں کی چُن چُن کر پس دیوار زنداں کیا ہے۔ محمود عباس کی موجودہ مدت صدارت 9 جنوری 2009ء کو پوری ہوئی تھی لیکن ایک طے شدہ حکمت عملی کے تحت انہوں نے اپنی مدت صدارت کی توثیق کے لیے اسرائیلی حملے کی حوصلہ افزائی کی اور یوں ان کی تبدیلی کا معاملہ سرد خانے میں چلا گیا۔

اسرائیلی درندگی کا نشانہ بننے والے مظلوم فلسطینیوں کے حق میں دنیا بھر میں مظاہرے ہوئے حتیٰ کہ تاریخ میں پہلی بار سویڈن، جرمنی، فرانس، برطانیہ اور اسکاٹ لینڈ کے شہریوں نے اسرائیل کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ مسلمان ممالک میں تو بھرپور احتجاج فطری عمل تھا لیکن حیران کن امر یہ ہے کہ اس موقع پر بھی مسلمان حکمران خواب خرگوش کے مزے لیتے رہے۔ 57 سے زائد اسلامی ممالک کے حکمرانوں میں سے کسی ایک میں بھی یہ اخلاقی جرأت نہیں کہ اقتصادی بائیکاٹ تو بہت دُور کی بات ہے فقط سخت الفاظ میں ہی اس خونی کھیل پر احتجاج کرے۔

مسئلہ فلسطین ہی کی وجہ سے وجود میں آنے والی او آئی سی کی حیثیت آج مردہ گھوڑے سے زیادہ نہیں۔ او آئی سی میں شامل 157 اسلامی ممالک بالکل گم نم ہیں۔ عرب لیگ میں شامل 22 ممالک کی حالت بھی او آئی سی سے مختلف نہیں۔ ان ممالک میں با اسی تنظیم اور اطلاق و اتحاد بالکل عقاب ہے۔ خود

عرب ڈکٹیٹروں کو خطرہ ہے کہ ان کی عوام حماس یا اس طرح کی دیگر اسلامی تنظیموں سے متاثر ہو کر ان کے غیر قانونی و غیر اخلاقی اقدامات کے خلاف تحریک چلا کر ان کے لیے مشکلات پیدا نہ کر دیں۔ اگر عالم کفر کے 42 ممالک متحد ہو کر افغانستان اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجاسکتے ہیں تو او آئی سی کے 157 اسلامی ممالک اور عرب لیگ کے 22 ممالک متحد ہو کر ایک برادر اسلامی ملک کو وقت کے فرعون کے مظالم سے نجات کیوں نہیں دلواسکتے؟ آج یہ ممالک صرف اسرائیل کا اقتصادی و معاشی بائیکاٹ کر دیں تو اسرائیل کو اپنی اوقات کا صحیح اندازہ ہو جائے گا اور اس کی بے جا چھل کود سکون میں تبدیل ہو جائے گی۔

آج انسانی حقوق کی علمبردار تنظیمیں اور ٹھیکیدار اقوام متحدہ اور یورپی یونین کیوں اندھی ہو گئی ہیں؟ اگر دنیا بھر میں ایک بھی اسرائیلی طبعی موت مر جائے تو تحقیق و تفتیش شروع ہو جاتی ہے لیکن فلسطینی عوام اپنے 1400 بے گناہ لوگوں کا لہو کس کے ہاتھوں پر تلاش کریں اور کس کے گریبان کو پکڑیں؟ کیا خون مسلم پانی سے بھی کم اہمیت کا حامل ہے؟ آج ہر مسلمان اسرائیلی جارحیت پر اپنے حکمرانوں کے رد عمل کا منتظر ہے لیکن مسلمان حکمران، مغربی آقاؤں کے اشارہ ابرو کے منتظر ہیں اور ان کے مغربی آقا اپنے ناخلف اور چہیتے ”اسرائیل“ کی طرف دیکھ رہے ہیں جو ناجائز ریاست اور ناجائز وجود کی طرح ہر ناجائز کام کر رہا ہے۔

قوم کی جنس

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کسی زندہ اور صاحب کردار قوم کی پہچان بتاتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح دنیا کی دوسری اشیاء میں نر اور مادہ کا جنسی امتیاز موجود ہے اسی طرح قومیں بھی نر اور مادہ ہوتی ہیں اور اس کا پتہ ان کے قول و عمل، معاشرتی کردار اور خصائل و نفسیات سے چلتا ہے۔ ﴿روزگار فقیر، صفحہ: ۷۸﴾

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

فتح اللہ علیہ السلام حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ / ۱۱/۵ اگست ۱۹۴۳ء کو مولوی اللہ صاحب المعروف "حافظ جی" کے ہاں مرزا پور ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب بھارت میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے قبل آپ کا خاندان لاہور ہجرت کر آیا اور یہیں پر آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ تعلیمی مراحل جامعہ رضویہ فیصل آباد، دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور جامعہ مظہریہ اندامیہ ہند سیال شریف میں طے کیے۔ آپ کے اساتذہ میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار محمد قاسمی، امام المناظر حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی، محدث جلیل حضرت علامہ غلام رسول رضوی، مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور مولانا شمس الزمان قادری رحمۃ اللہ علیہم ایسی عظیم المرتبت شخصیات شامل ہیں۔

مارچ 1965ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور وقتاً فوقتاً جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بصرہ، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ اور مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال میں تدریسی خدمات سر انجام دیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں تقریباً دو عشرے تک طلباء کو تعلیم کیا۔ علوم نبویہ کونسل نو میں منتقل کرنے کی محنت شاقہ کا اندازہ آپ کے ان گنت تلامذہ سے ہوتا ہے۔

اصل تربیت کے لیے آپ نے 25 مارچ 1970ء کو مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ محرم 1402ھ / نومبر 1981ء میں خانوادہ اطہر کے چہم و چارخ مولانا ربیعان رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

درس تدریس اور اصلاح کی بے بہا خدمات کے ساتھ ساتھ قدرت حق نے آپ کے قلم سے بھی خوب کام لیا۔ اشعة اللمعات، تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، دلائل النجیرات، مطالع المسوات، ادلة اهل السنة والجماعة، مصباح الظلام، اشرف المؤبد سمیت درجنوں گر افندہ کتب کو اردو قالب میں ڈھالا۔ ان کے علاوہ من عقائد اهل السنة، عقائد و نظریات، شیشے کے گھر، تذکرہ اکابر اہلسنت، نور نور چہرے، خلافت سیرت طیبہ، ندائے یار رسول اللہ اور عظمتوں کے پاسبان آپ کی لا جواب تصانیف ہیں۔ عمر عزیز کے آخری لمحے میں قرآن کریم کا ترجمہ "انوار القرآن فی ترجمہ مفہام القرآن" کے نام سے مکمل فرمایا۔

اختر آپ اہلسنت و جماعت کے عظیم سن، مدرس، محقق، مصنف، مترجم اور ترجمان تھے۔ یکم ستمبر 2007ء کو آپ نے اس جہان فانی سے کوچ فرمایا۔ رد قادیانیت و مرزائیت کے ضمن میں آپ کی رائے تھی کہ "آج ضرورت ہے کہ اہل سنت کا کم از کم ایک ادارہ ایسا ضرور ہو جو رد قادیانیت کے لیے مختص ہو"۔

افریقہ کا رخ کرنے والی اسلامی افواج کے کمانڈر حضرت عقبہ ابن نافع فہری لے تھے۔ انہوں نے افریقہ کے بیشتر حصے فتح کر لیے۔ اس خطے کے اصل باشندے بربر تھے۔ ان کے بہت سے افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور افریقی ممالک کی فتح میں معاون ثابت ہوئے۔

چونکہ افریقہ میں مسلمانوں کی کوئی مستقل چھاؤنی نہیں تھی جہاں فوج ہمیشہ قیام پذیر رہتی، اس لیے جب مجاہدین اسلام واپس مصر چلے جاتے تو تو مسلم بربر غیر مسلموں کے فریب میں آکر سب عہد و پیمان توڑ دیتے اور جو مسلمان وہاں موجود ہوتے ان کو ہر طرح سے پریشان کرتے۔ حضرت عقبہ نے طویل غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ یہاں ایک چھاؤنی بنائی جائے جہاں مجاہدین مستقل قیام کریں اور سر اٹھانے والے فتنوں کی فوری طور پر سرکوبی کریں۔

اس مقصد کے لیے جو جگہ آپ نے منتخب کی وہاں گھنے جنگلات تھے جن میں موذی جانوروں اور درندوں کی کثرت تھی۔ ایسی جگہ انسانوں کا رہنا تو کجا گزرنا بھی خطرات سے خالی نہیں تھا۔ مشیروں نے ان خطرات کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عقبہ نے اس جگہ کو منتخب کرنے کے وجوہ بیان کیے۔ مشیروں نے کہا جناب یہ سب وجوہ بجا ہیں لیکن جنگلی مخلوق سے تحفظ کی کیا صورت ہوگی؟ یہاں تو قدم قدم پر خطرناک پتھروں اور ہریلے سانپ رینگ رہے ہیں۔ جنگل ہاتھیوں، شیروں، چیتوں، ریچھوں اور دوسرے درندوں سے انا پڑا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دوسرا کمانڈر ہوتا تو وہ اس صورت حال کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا لیکن حضرت عقبہ ابن نافع فہری کسی طرح اپنے فیصلے سے دست بردار ہونے کے

بے حضرت عقبہ ابن نافع ابن عبد القیس، عامر بن فہر کی اولاد میں سے اور قریشی فہری تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوئے لیکن ان کے لیے شرف صحابیت ثابت نہیں۔ وہ حضرت عمرو بن العاص (ماں کی طرف سے) بھائی تھے۔ جب حضرت عمرو بن العاص مصر کے گورنر تھے تو انہوں نے ہی حضرت عقبہ کو افریقہ کا گورنر بنایا تھا۔

لیے تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے فرمایا چھاؤنی تو یہیں بنے گی اور ہر صورت بنے گی۔

افریقہ کے باشندے اور ان کے ساتھی یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ حضرت عقبہ اس لائیکل مسئلے کا حل کیا نکالیں گے؟ ہزاروں افراد اس مشاورت میں شریک تھے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ حضرت عقبہ اپنے فیصلے کو کس طرح عملی جامہ پہناتے ہیں؟ حضرت عقبہ نے اپنے لشکر میں موجود اٹھارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور جنگل کے باسیوں کو خطاب کرتے ہوئے درج ذیل کلمات ارشاد فرمائے جو تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر لیے۔

﴿ایہا الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللہ ﷺ فارحلوا فاننا نازلون فمن وجدناہ قتلناہ﴾ اے درندہ اور کیڑے کوڑوا! ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ ہم اس جگہ قیام کرنا چاہتے ہیں لہذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ آج کے بعد جو ہمیں ملا ہم اسے قتل کر دیں گے۔

اس خطاب میں کیا جادو تھا کہ تمام جنگل میں ہلچل مچ گئی؟ کیا شیر، کیا بھیڑیے، کیا چیتے اور کیا سانپ سب گروہ درگروہ اپنے بچوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ یہ ایسا حیرت انگیز منظر تھا جو اس سے پہلے کبھی ظہور نہیں کیا تھا۔ دیکھنے والے اس طرح محو حیرت تھے جیسے ان پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ کسی کو شک نہ آیا کہ یہ اور سانپ وغیرہ سے خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا کیونکہ ان سب کو تو اپنی جان کی پڑی ہوئی تھی۔ یہ جانوروں کی طرف سے تھا۔

اس واقعے کے اصل باشندے اور برقوم سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد یہ سب منظر جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اس انہونی بات کو دیکھ کر بھی وہ کفر اور باطل پر قائم رہیں۔ اسی وقت ہزاروں افراد پورے اخلاص کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عقبہ کی آواز جنگل کے دور دور از حصوں تک کیسے پہنچ گئی؟ اگر آواز انسانی کی تھی تو تمام جانوروں نے ان کی عربی گفتگو کو کس طرح سمجھ لیا؟ اور اگر سمجھ ہی لیا تھا تو وہ اس غم، ملامت و چراغل کرنے پر کیسے تیار ہو گئے؟ اور عمل بھی ایسا کیا کہ 40 سال تک اس

علاقے میں کوئی سانپ یا موذی جانور دکھائی نہیں دیا۔

بڑے سے بڑا سائنس دان، فلسفی، ماہر طبیعیات، ماہر ارضیات یا ماہر حیوانیات ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ ان کا جواب صرف بندہ مومن ہی دے سکتا ہے جس کا ایمان ہے کہ تمام اسباب اور مسببات اور کائنات کا ایک ایک ذرہ سب سے اعلیٰ اور سب پر غالب ہستی کے حکم کے تابع ہے۔ جو بندہ دل و جان سے اس کے حکم کا تابع ہو جائے کائنات اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے ﴿ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم﴾ (سورہ محمد: ۷) اگر تم اللہ کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ﴿وانتم الاعلون ان کنتم مومنین﴾ (آل عمران: ۱۳۹) تم ہی ثابت قدم ہو اگر تم صاحب ایمان ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی نظر کیمیا اثر کی بدولت تزکیہ نفس کی تمام منزلیں طے کر چکے تھے اور نفسانی خواہشات و رذائل سے پاک ہو چکے تھے اسی لیے زبان ان کی ہوتی تھی اور حکم اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از خلقوم عبد اللہ بود

ان کی بات اللہ تعالیٰ کی بات ہوتی ہے اگرچہ بندے کے منہ سے صادر ہوتی ہے۔

﴿رضی اللہ عنہم ورضو عنہ﴾



حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل جادوگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل 15 ہزار جادوگر آئے تھے۔ ان میں سابور، عادور، خطوط اور شمعون سردار تھے۔

اسلام میں حکمرانی اور عدل و انصاف کا تصور

علامہ حافظ خادم حسین رضوی

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی ۳ ربیع الاول ۱۳۸۶/۲۲ جون ۱۹۶۶ء بروز بدھ ”نکھ کلاں“ انگلستان میں پیدا ہوئے۔ جہلم و دینہ کے مدارس میں حفظ و تجوید کی تکمیل کے بعد شہرہ آفاق دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبداللطیف نقشبندی، شرف ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اور استاذ العلماء حضرت مولانا صدیق ہزاروی ایسی نادرونایاب شخصیات شامل ہیں۔

روحانی طور پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں عارف کامل حضرت اقدس خواجہ محمد عبدالواحد صاحب المعروف حاجی پیر صاحب سے کالاد پو شریف جہلم میں بیعت ہیں۔ تقریباً دو عشروں سے جامعہ نظامیہ میں ہی مسند تدریس پر رونق افروز ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہزاروں شاگرد اس وقت ملک عزیز کے طول و عرض میں خدمات دینیہ میں مصروف عمل ہیں۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ تصنیف و تالیف میں بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علم صرف میں تیسیر ابواب الصرف اور تعلیلات خدامیہ آپ کے نوک قلم کی یادگار ہیں۔ اللہ رب العزت نے خطابت میں دلنشین و انوکھا انداز عطا فرمایا ہے۔ روایتی تقاریر سے ہٹ کر آپ کے خطابات ”دل سے جوبات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے“ کے مصداق پُر اثر ہوتے ہیں۔

اس وقت آپ فدا یان ختم نبوت پاکستان اور مجلس علماء نظامیہ کے مرکزی امیر ہیں۔ اس کے علاوہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ سمیت کئی مدارس و اداروں کے سرپرست و نگران اور معاون ہیں۔

سروری در دین ما خدمت گری است

عدل فاروقی و فقر حیدری است

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی - فقیری کردہ اند
در امارت فقر را افزوده اند
مثل سلمان در مدائن بوده اند
حکمرانی بود و سامانے نداشت
دست او جز تیغ و قرآنے نداشت

حضرت علامہ اقبال کے ان اشعار کا مطلب و مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ہمارے دین اسلام میں بادشاہی کا تصور نبی اکرم ﷺ کی امت کی بھلائی اور خیر خواہی چاہنا ہے نیز حکمرانوں کے گفتار و کردار سے فاروقی عدل اور فقر حیدری کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ اس پر مسلمانوں کا تابناک ماضی گواہ ہے کہ مسلم حکمرانوں نے بادشاہی میں فقیری کی۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے حکمران اس ذمہ داری پر فائز ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ فقیر ہو گئے۔ اس دعویٰ پر دلیل چاہتے ہو تو مدائن کے گورنر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرو۔ (یعنی مدائن میں آنے والا انہی تاجر مدائن کے گورنر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور عام مزدوری کرنے والے شخص کے درمیان فرق نہ کر سکا اور انہیں مزدور سمجھ کر اپنا سامان اٹھانے کے لیے کہہ دیتا ہے)۔

اسی طرح ہمارے روشن ماضی کا ایک اہم باب یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں کا سہارا دہی چیزیں ہوتی تھیں قرآن کریم اور تلوار۔ (تلوار اس لیے تاکہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا راستہ صاف کرے اور قرآن اس لیے تاکہ تلوار کو ظلم کی راہ پر نہ چلنے دے)۔

ان اشعار میں حضرت علامہ نے مسلم حکمرانوں کے سیرت و کردار اور فرائض و ذمہ داریوں کا بیان فرمایا ہے اسلام میں حکمرانی لوٹ کھسوٹ، ظلم و جبر، تکبر و عنوت، اقربا پروری، گندے اور برے نظریات پھیلانے کا نام نہیں بلکہ مسلمان حکمران کو اقبال کے بقول ان صفات کا مظہر ہونا چاہیے۔

ضعیف اگر نظر پڑے رسول کا جمال بن

قوی اگر ہو سامنے قہر ذوالجلال بن

خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے

قضا ستم گروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن

مسلم حکمران اسلام سے پہلو تہی کرنے کی بجائے حضرت سلمان فارسی کی طرح اپنا سب کچھ اسلام ہی کو سمجھیں۔ حضرت سلمان فارسی سے جب شجرہ نسب پوچھا جاتا تو فرماتے: ”سلمان بن اسلام بن اسلام“ یعنی میرا سب کچھ دین اسلام ہی ہے۔ فرنگی چمک دمک سے متاثر آنکھیں اسلامی عدل و انصاف کے واقعات پڑھیں تو ہوسکتا ہے کہ دیمک زدہ فرنگی تہذیب کا غازہ سے ملمع شدہ اصلی چہرہ انہیں نظر آجائے۔

نہ کرا فرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے

بجلی کے چراغوں سے اس جوہر کی براقی

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے ایک عام آدمی پر ظلم و ستم کر کے مرتکب ہوتے ہیں تو یہ بات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ باپ بیٹا دونوں کو مدینہ منورہ طلب فرماتے ہیں اور مجلس قصاص منعقد ہوتی ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے مظلوم کو دردہ پکڑاتے ہیں کہ ”اضرب ابن الاکومین“ اے مظلوم! بغیر جھجک کے اس معزز کے بیٹے سے اپنا بدلہ لے۔ جب مظلوم اپنا قصاص لے چکا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی مارنے کا حکم دیتے ہیں کہ انہوں نے اچھے طریقے سے اپنے بیٹے کی تربیت کیوں نہ کی؟ لیکن وہ مظلوم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر معاف کر دیتا ہے کہ جس نے مجھ پر زیادتی کی تھی میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔

آخر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں: ”یا

عمرو بن العاص متی استعبدتم الناس قد ولدتھم امھاتھم احرار“ اے عمرو بن

العاص لوگوں کو تو ماؤں نے آزاد جنا آپ نے انہیں کب سے غلام بنانا شروع کر دیا ہے؟

اسی طرح ترکستان میں دریائے سیحون کے کنارے واقع شہر خجند میں ایک معمار تھا جس کا نام فن

عمیر میں بہت بلند تھا۔ حضرت سلطان مراد نے اس معمار کو ایک مسجد تعمیر کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔

(آج کے حکمران فوڈ سٹریٹ، میوزیکل پروگرام اور گراؤنڈ تعمیر کراتے ہیں اسی لیے ساری قوم انہی

لوگوں سے مائل ہو گئی) الناس علی دین ملوکھم“ رعایا اپنے بادشاہوں کی راہوں پر چلتی

ہے۔ جب مسجد مبارکہ مکمل ہوئی تو حضرت سلطان مراد اسے دیکھنے کے لیے آئے۔ آپ کو معمار کا فن

عمیر پسند نہ آیا تو غصہ میں خنجر سے معمار کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس سے آگے حضرت علامہ کی زبانی سنئے! پھر

ایثار ہاں سے غیروں کی تعریف و توصیف کرنے کے بجائے نظام مصطفیٰ ﷺ کے ترانے پڑھیے۔

جوئے خون از ساعد معمار رفت

پیش قاضی ناتوان و زار رفت

مظلوم معمار کی کلانی سے خون کے فوارے جاری ہیں۔ اس حال میں وہ فریاد لے کر قاضی کے

سامنے پیش ہو گیا۔

گفت اے پیغام حق گفتار تو

حفظ آئین محمد کار تو

آپ کی زبان اللہ تعالیٰ کے پیغام حق (قرآن مجید) کی ترجمان ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے

دین متین کا تحفظ آپ کی آئینی ذمہ داری ہے۔

سلطہ گوش سطوت شاہاں نیم

قطع کن از روئے قرآن دعویٰ

میں بادشاہوں کے کروفر کا غلام نہیں ہوں میں تو غلام مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ اس لیے قرآن مجید کے

مطابق میرا فیصلہ کیجئے۔

قاضی عادل بدنیاں خستہ لب

کردشہ را در حضور خود طلب

یہ دردناک منظر دیکھ کر غصہ سے قاضی ہونٹ کاٹنے لگا پھر فوراً بادشاہ کو اپنے حضور طلب کیا۔

رنگِ شہ از ہیبت قرآن پرید

پیش قاضی چوں خطا کاراں رسید

قرآن مجید کے ہیبت و جلال کی وجہ سے سلطان مراد کا رنگ اڑ گیا اور مجرموں کی طرح قاضی کے سامنے پیش ہو گیا۔

از خجالت دیدہ بر پا دوختہ

عارض او لالہ ہا اندوختہ

شرمندگی کی وجہ سے اس کی نگاہ پاؤں پر جمی تھی اور اس کے رخسار سرخ ہو رہے تھے۔

یک طرف فریادی دعویٰ گرے

یک طرف شاہنشاہ گردوں فرے

قاضی کی عدالت میں ایک طرف فریادی اپنا دعویٰ لیے کھڑا تھا اور دوسری طرف جاہ و جلال کا

مالک بادشاہ۔

گفت شہ از کردہ خجالت بردہ ام

اعتراف از جرم خود آوردہ ام

بادشاہ نے کہا میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اور مجھے اپنے جرم کا اعتراف ہے۔

گفت قاضی فی القصاص آمد حیوة

زندگی گیرد بایں قانون ثبات

قاضی نے کہا قرآن مجید نے قصاص کو زندگی قرار دیا ہے۔ اسی قانون پر عمل کر کے زندگی استحکام حاصل کر سکتی ہے۔

عبد مسلم کمتر از احرار نیست

خون شہ رنگیں تر از معمار نیست

مسلمان غلام آزاد سے کم نہیں اور بادشاہ کا خون معمار کے خون سے زیادہ سرخ (قیمتی) نہیں۔

چوں مراد ایں آئیہ محکم شنید

دست خویش از آتشیں بیرون کشید

سلطان مراد نے قرآن مجید کا حکم سنتے ہی اپنا ہاتھ قاضی کے سامنے پیش کر دیا۔

مدعی را تاب خاموشی نماند

آئیہ بالعدل والاحسان خواند

مدعی عدل و انصاف کا منظر دیکھ کر خاموش نہ رہ سکا فوراً عدل و احسان کی آیت پڑھی ﴿إِنَّ اللَّهَ

بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾

گفت از بہر خدا بخشد مش

از برائے مصطفیٰ بخشد مش

میں نے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی خاطر بادشاہ کو معاف کر دیا۔

یافت مورے بر سلیمانے ظفر

سطوت آئین پیغمبر مگر

نظام مصطفیٰ ﷺ کی برکت دیکھ کر چیونٹی نے سلیمان پر فتح پائی۔

پیش قرآن بندہ و مولا یکے است

بوریا و مسند دیبا یکے است

پاکستان کے نظام میں قوی و ضعیف برابر ہیں۔ کوئی یوریا نشین ہو یا تخت شاہی کا وارث ان میں کوئی فرق نہیں۔

اسی خیر و برکت والے نظام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علامہ فرماتے ہیں:

وہ پرانے چاک عقل جن کو سی سکتی نہیں

عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تار رفو

اسی نظام کی برکت تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ﴿ابو بکر سیدنا و اعشق سیدنا﴾ ابو بکر بھی ہمارے سردار اور جن کو انہوں نے آزاد کیا (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) وہ بھی ہمارے سردار۔

اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کے علماء کرام و مشائخ عظام اور عوام الناس کو چھوٹی اور بڑی بُرائی کے بھنور سے نکل کر نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لیے جہد مسلسل کرنی چاہیے۔



دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

ایک مرتبہ علامہ محمد اقبال کی موجودگی میں محفل میں اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کے ان کارناموں کا ذکر چل پڑا جن سے مسلمانوں کی غیر معمولی شجاعت، بے جگری اور بے مثال سرفروشی کے پہلو نمایاں ہوں۔ حضرت علامہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا مسلمان ایک ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرتا ہے اسے پاش پاش کر دیتا ہے اور جو اس پر گرتا ہے وہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں مرد مومن کی اسی شان کی طرف اشارہ ہے کہ اشداء علی الکفار ﴿روزگار فقیر، صفحہ ۷۳﴾

نعت رسول مقبول

پیر سید مر علی شاہ گولڑوی

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں نے لایاں کیوں جھڑیاں

مکھ چند بدر شمعانی اے
متھے چکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمر اکھیں ہن مد بھریاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جاناں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

ایہا صورت شالا پیش نظر
رہے وقت نزع تے روز حشر
وج قبر تے پل تھیں جد ہوی گزر
سب کھوئیاں تھیں تد کھریاں

لاہو مکھ تھیں مخطط برد یمن
من بھانوری جھلک دکھاؤ ججن
اوحا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جو حمرا وادی سن کریاں

لہنہاں سکدیاں تے کر لاندیاں تے
لکھ واری صدقے جانندیاں تے
لہنہاں بردیاں مفت دکاندیاں تے
شالا وت وی آون اوہ گھڑیاں

سبحان الله ما اجملك ما احسبك ما اكملك
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں



لہو لہو فلسطین

محمد شعیب فنی

غزہ فلسطین اور مصر کے سرحدی کنارے پر واقع شہر ہے۔ اس کا کل رقبہ 145 مربع میل ہے جبکہ
غزہ کی پٹی کی لمبائی 27 میل اور چوڑائی 3 سے 7 میل تک ہے۔ غزہ زمانہ قبل مسیح میں ساحلی شہر میں
قلعہ بنانے والے کی اہلیہ کا نام تھا جو اس شہر کا نام پڑھ گیا ہے یہ علاقہ شام کا حصہ تھا۔ عرب حجاز سے
لوگ شام تجارت کے لیے جاتے تھے۔ اسی قسم کے ایک تجارتی سفر میں آنحضرت ﷺ کے
دادا ”حضرت ہاشم“ شام گئے تو وہیں غزہ کے علاقے میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں ان کا دفن
ہے۔ پہلے عرب غزہ کو ”غزہ ہاشم“ بھی کہا کرتے تھے۔ اسی طرح اس شہر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
کا مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ 565 ہجری 1170ء تک یہ علاقہ شام کا حصہ رہا۔ 565 ہجری
میں اس کو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح کر کے مصر میں شامل کر لیا۔ 1967ء کی
جنگ تک یہ علاقہ مصر کی عمل داری میں رہا۔ اس جنگ میں اسرائیل نے مصر کے صحرائے سینا، سویز کے
ساتھ ساتھ غزہ کی پٹی پر بھی قبضہ کیا۔ 1973ء کی جنگ میں مصر اپنے باقی علاقے اسرائیل سے آزاد
کرانے میں کامیاب ہو گیا لیکن یہ علاقہ آزاد نہ ہو سکا۔ اقوام متحدہ نے اپنی قرارداد میں اسرائیل سے
مطالبہ کیا کہ وہ تمام مقبوضہ علاقے چھوڑ دے مگر اسرائیل نے اس مطالبہ کو کوئی حیثیت نہ دی۔ 13 ستمبر
1993ء کو ناروے کے دارالحکومت ”اوسلو“ میں فلسطینی صدر یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیراعظم اسحاق
راہن نے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ اس موقع پر امریکی صدر کلنٹن، بش سینیٹر، جی کارٹر، شمعون پیریز
اور روس کے مندوبین نے بھی معاہدے پر دستخط کیے جسے ”اوسلو معاہدے“ کا نام دیا گیا۔

معاہدے کی رو سے فلسطین کو نیم خود مختاری دی جانی اور آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی تجویز شامل تھی

لیکن پانچ صدور (فلسطینی صدر یاسر عرفات، امریکی صدر بل کلنٹن، اسرائیلی صدر شمعون پیریز، سابق امریکی صدور بش سینئر، جی کارٹر) اور ایک وزیر اعظم (اسحاق رابن) کے دستخطوں کے باوجود اس معاہدے پر فلسطینیوں کے حق میں عمل درآمد نہ ہوا اور اس معاہدے کی وجہ سے یاسر عرفات کی ساکھ انتہائی خراب ہو گئی۔

28 ستمبر 1995ء کو بدنام زمانہ ”کمپ ڈیوڈ معاہدہ“ یاسر عرفات اور اسحاق رابن کے درمیان طے پایا مگر یہودیوں نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کچھ ہی عرصہ بعد ایک بھرے جلسے میں اسحاق رابن کو گولیوں سے اڑا دیا۔ اسی کمپ ڈیوڈ میں 23 اکتوبر 1998ء کو یاسر عرفات اور اسرائیل کے وزیر اعظم ”یتن یاہو“ کے درمیان ”زمین برائے امن“ معاہدہ ہوا۔ 4 ستمبر 1999ء کو مصر کے پر فضا مقام ”شرم الشیخ“ میں ایک معاہدہ ہوا جس میں مصری صدر حسنی مبارک، اردن کے شاہ عبداللہ اور امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ میڈلین البرائن بطور ثالث شامل تھیں۔ گیارہ دفعات پر مشتمل اس معاہدے کو ”شرم الشیخ معاہدے“ کا نام دیا گیا جس کی وجہ سے یاسر عرفات کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہو گئی۔ مارچ 2005ء کو فلسطین کے موجودہ صدر محمود عباس اور اسرائیل کے وزیر اعظم ایریل شیرون کے درمیان ”شرم الشیخ“ کے ہی مقام پر غزہ کی پٹی کے علاقے سے یہودی کالونیوں کے انخلاء کے لیے ایک معاہدہ ہوا مگر اس معاہدے کا انجام بھی ماقبل معاہدوں کی طرح ہی ہوا۔ اس تمام معاہدوں کا انجام نشستہ گفتہ برخواستہ کا مصداق بن گیا۔

اس تمام عرصے کے دوران اسرائیل وقتاً فوقتاً غزہ پر حملے کرتا رہا اور حماس کے کارکنوں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بھی بناتا رہا۔ ان سب کے باوجود سب سے بڑی سفاکیت اسرائیل نے اس وقت دکھائی جب اس نے 70 سالہ حماس کے روحانی پیشوا شیخ احمد یاسین رحمہ اللہ کو فجر کی نماز کے بعد میزائل مار کر شہید کر دیا اور اس واقعہ کے صرف 21 دن بعد ان کے نائب عبدالعزیز رئیسی کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اسرائیل اپنے زعم میں حماس کی طاقت کو فتح کر رہا تھا لیکن ان واقعات کی وجہ سے حماس کی مقبولیت مزید بڑھ گئی اور حماس نے اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور

پارلیمانی انتخابات میں واضح کامیابی حاصل کی۔ جون 2007ء سے اسرائیل نے غزہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور 2006ء ہی سے مسلسل حملے کرتا رہا ہے۔ 18 مئی 2007ء کو اسرائیلی جنگی جہازوں نے حملہ کر کے حماس کے سیکورٹی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا۔ 20 مئی کو دوبارہ حملہ کر کے شہری آبادی کو بٹانہ بنایا گیا۔

اسی طرح 2008ء میں بھی اسرائیلی حملے جاری رہے۔ 18 جنوری کو اسرائیل نے غزہ کی ناکہ بندی کر لی اور حماس کو محصولات کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ 23 جنوری کو 3.5 لاکھ فلسطینیوں نے سرحدی دیوار توڑ دی اور مصر میں داخل ہو کر ضروریات زندگی کی اشیاء خریدیں۔ 27 جنوری کو اقوام متحدہ نے محاصرہ اٹھانے کا مطالبہ کیا۔ 2 مارچ کو اسرائیل نے ایک مرتبہ پھر حملہ کر کے اسماعیل حانیہ کے دفتر کو تباہ کر دیا اور 15 روز سے زائد عرصے تک جاری رہنے والے اس حملے میں اسرائیل نے 250 سے زائد فلسطینیوں کو شہید اور 600 سے زائد کو زخمی کر دیا۔ شہید ہونے والوں میں 30 سے زائد بچے بھی شامل تھے۔

ان تمام باتوں کے باوجود اسرائیل نے 27 دسمبر 2008ء کو غزہ پر ایک بڑا حملہ کیا۔ اس حملے میں اب تک 1400 سے زائد افراد شہید اور ان گنت زخمی ہو چکے ہیں۔ بچوں کے اسپتال تباہ کر دیے گئے ہیں۔ مساجد پر بمباری کر کے انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ حملوں میں غزہ پولیس کے سربراہ توفیق جبار اور حماس کے رہنما ”ریان نزار“ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ 22 عرب ممالک کی قرارداد کو سلامتی کونسل میں امریکہ و برطانیہ نے مسترد کر دیا اور کہا ہے کہ اس قرارداد میں حماس کی ”دہشت گردی“ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سلامتی کونسل میں اسرائیل کے خلاف قرارداد کو امریکہ نے پھر ویٹو کر دیا ہے۔ بارک اوبامانے اقوام متحدہ میں امریکی مستقل مندوب زلمے خلیل زاد کو ہدایت کی ہے کہ کسی ایسی قرارداد کی حمایت نہ کی جائے جس میں حماس کی ”دہشت گردی“ کا ذکر نہ ہو۔ اسرائیل اب تک سینکڑوں مقامات کو نشانہ بنا چکا ہے۔ غزہ کے اسپتال زخمیوں سے بھر چکے ہیں۔ ادویات نہ ہونے کے برابر ہیں، بجلی نہیں ہے پانی کی شدید قلت ہے۔ عرب لیگ نے اپنا ہنگامی اجلاس ”دوحہ“ قطر میں

کیا بھی آزاد دنیا ہے؟

خالد مشعل

خالد مشعل فلسطینی مجاہدین کی تنظیم حماس کے مرکزی رہنما ہیں۔ 22 مارچ 2004ء کو درویش صفت دورہ لیش اور جری وڈر قائد ”شیخ یاسین“ بانی حماس کی شہادت کے بعد ڈاکٹر عبدالعزیز رئیسی ان کے نائب منتخب ہوئے۔ 2004ء میں ہی ڈاکٹر عبدالعزیز جب صہیونی بربریت کا شکار ہوئے تو حماس کی قیادت خالد مشعل اور ان کی منتخب ٹیم کے ہاتھ آئی۔ اسرائیل کے وقتاً فوقتاً حملوں کے باوجود خالد مشعل نہ صرف حماس کی مرکزی کمان سنبھالے ہوئے ہیں بلکہ ان کی نگرانی میں حماس نے 2005ء کے بلدیاتی انتخابات میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ حماس کی یہ کامیابی صرف بلدیاتی انتخابات تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ 25 جنوری 2006ء کے پارلیمانی انتخابات میں حماس نے کل 132 نشستوں میں سے 76 نشستوں پر کامیابی حاصل کر کے یہود ہندو کو وسط حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔

درج ذیل مضمون میں خالد مشعل حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل کی تازہ درندگی پر اپنا درد دل بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

18 مہینوں سے میرے لوگوں کا محاصرہ جاری ہے۔ اس کرۂ ارض کے سب سے بڑے قید خانے میں پھنسا کر زمین ہوا اور سمندر تک کو سیل (Seal) کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ ہمارے زخمی بھی وہاں سے محروم ہیں۔ اس سست رفتار موت کی پالیسی کے بعد بمباری کی پالیسی سامنے آئی۔ اس گنہگار آباد علاقے میں کچھ بھی ایسا نہیں کہ جس کو باقی چھوڑ دیا گیا ہو۔ اسرائیلی جنگی جہاز سرکاری عمارتوں سے لے کر گھر، مساجد، ہسپتال، اسکول اور مارکیٹوں تک بمباری کر رہے ہیں۔ 1400 سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں جبکہ ان گنت ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی سے زائد عورتیں اور بچے ہیں۔ کئی خاندان قتل عام کا لقمہ اجل بن گئے ہیں ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ بوقت بمباری وہ سو رہے تھے۔

طلب کر کے بارک اوباما کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

اسرائیلی وزیر خارجہ ایہود بارک نے کہا ہے کہ اسرائیل کے حملوں کے تین مقاصد ہیں۔
① حماس کو کمزور کرنا ② مجاہدین کے تیار کردہ میزائلوں اور راکٹوں کا صفایا ③ غزہ کا کنٹرول مکمل طور پر محمود عباس کے حوالے کرنا۔

یہ تمام باتیں مکمل ہونا مشکل لگ رہا ہے چونکہ غزہ کی 15 لاکھ آبادی کا 2 کھائی حصہ حماس سے انتہائی والہانہ اور بھرپور لگاؤ رکھتا ہے۔

یہ ہے اسرائیل کے ظلم کی داستان، اسرائیل کے ستم کی کہانی، امریکہ کی دغا بازی اور مصر اردن کی منافقت۔ محمود عباس جس کا تعلق بھائی مذہب (جو قادیانیوں کی طرح ختم نبوت کے منکر ہیں) سے ہے۔ اس سارے منظر نامے کا سب سے اہم ممبر ہے۔ جس نے ہر موقع پر حماس کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے اور اب حماس کو ختم کرنے کے لیے اسرائیل کو حملوں کی اجازت دے دی ہے۔

یہ بات طے ہے کہ اسرائیل 80 لاکھ مقامی لوگوں کو جلا وطنی کرنے کے باوجود ہر سال 50 ہزار افراد کو معذور اور 10 ہزار کو شہید کرنے کے باوجود حماس کی تحریک کو نہ دبا سکا تو اب منافقین کی مدد کے باوجود حماس کی قوت کو ختم نہیں کر سکتا اور اس حملے کے بعد ان شاء اللہ حماس مزید ابھر کر سامنے آئے گی۔

پھونگوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا



نفاق کا ایک حصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا شوق ابھرا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا۔
(صحیح مسلم شریف)

اس خون کے دریا کو جھوٹ اور فرضی وجوہات سے ڈھانپا جا رہا ہے۔ 6 مہینوں سے مجاہدین حماس جنگ بندی پر عمل درآمد کرتے رہے جبکہ اسرائیل نے شروع ہی سے اس کی خلاف ورزی کی۔ اسرائیل اس بات کا پابند تھا کہ وہ غزہ کی سرحدیں کھول دیتا اور مغربی کنارے تک اس جنگ بندی پر عمل درآمد کرواتا لیکن اس نے سب سے پہلے غزہ ہی کی ناکہ بندی کی اور اسے مزید سخت کر دیا۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ بجلی اور پانی کی سپلائی بھی بند کر دی گئی۔ اسرائیل نے اس اجتماعی سزا کو روکا نہیں بلکہ تیز سے تیز کر دیا۔

جب اس ٹوٹے ہوئے معاہدے کی میعاد پوری ہونے کے قریب آئی تو ہم نے ایک جامع معاہدے کے لیے رضامندی کا اظہار کیا تا کہ غزہ کی ناکہ بندی اٹھالی جائے اور غزہ کی تمام سرحدی گزرگاہوں کو کھول دیا جائے جس میں رفاہ کی سرحدی کراسنگ بھی شامل ہے لیکن ہماری صدا بہرے کانوں کو پڑی۔ اسرائیلی ظلم و بربریت کے باوجود ہم ایک نئے معاہدے کے لیے اس شرط پر راضی ہیں کہ غزہ سے قابض فوج واپس چلی جائے۔ جو لوگ ہم سے مزاحمت ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں ان کی منطق بالکل نامعقول ہے۔ یہ لوگ ایک جارج اور قابض کو تو معاف کر دیتے ہیں جس کے پاس تباہی و بربادی پھیلانے والے خطرناک اور مہلک ترین ہتھیار ہیں اور اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالتے ہیں جبکہ اس کے نشانہ بننے والے مظلوم اور آفت زدہ قیدی اور مقبوض پر سارا الزام اور نزلہ گرتا ہے۔ اسرائیل اور اس کے امریکی ویورپی اتحادی چاہتے ہیں کہ ہم خاموشی سے مارے جائیں لیکن ہم خاموش موت نہیں مریں گے۔

جو کچھ غزہ پر آج ہو رہا ہے آج سے پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ جب بھی ہم نے اسرائیل کے فرمانوں کے آگے جھکنے سے انکار کیا تو اس نے ہمیں رملہ میں اپنے مرکز میں محصور کر دیا اور ٹینکوں نے اسے دو سال تک گھیرے میں رکھا۔

غزہ نے 2009ء میں بالکل 2008ء کی طرح قدم رکھا۔ اسرائیلی حملوں میں پچھلے سال

پوری اور فروری کے مہینے میں غزہ کے 140 بے گناہ افراد اسرائیلی فضائی حملوں میں شہید ہوئے۔ لبنان پر ناکام حملے پر روانہ ہونے سے پہلے اس نے ہزاروں شیل غزہ پر برسائے جس سے 240 بچے اور بے گناہ افراد شہید ہوئے۔ 1948ء کے دیریلیں کے حملے سے لے کر غزہ میں آج تک اسرائیل کے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔ اگر بھی ”آزاد دنیا“ (Free World) ہے جس کے اقدار کا دفاع آج اسرائیل کر رہا ہے تو پھر ہمیں تو ہیں ایسی اقدار کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسرائیلی حکمران خود چکرائے ہوئے ہیں کہ وہ ان حملوں سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حماس کی جائز حکومت کو نکال باہر کرنا چاہتے ہیں جو کہ جمہوری طریقے سے انتخاب لڑ کر آئی ہے یا فلسطینی بنیادی ڈھانچے کو تباہ کرنا چاہتے ہیں یا پھر راکٹ حملے روکنا چاہتے ہیں؟ جیسے جیسے وہ غزہ کی مزاحمت کو ختم کرنے میں ناکام ہوئے ہیں ویسے ویسے انہوں نے اپنے عزائم و اہداف نیچے کر دیے ہیں اور حوصلے گرا دیے ہیں۔ اب وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ حماس کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور مزاحمت کو محدود کرنا چاہتے ہیں لیکن ان میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر پائیں گے۔

ایک بار پھر واشنگٹن اور یورپ نے جارج اور قابض کی مدد اور اس کی کاروائیوں میں ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ اس کا نشانہ بننے والے مظلوموں کی مذمت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمیں امید تھی کہ مارک او باما صدر بش کی تباہ کن وصیت سے خود کو الگ کر لیں گے لیکن ان کا آغاز حوصلہ افزا نہیں۔ جہاں انہوں نے تیزی کے ساتھ ممبئی حملوں کی مذمت کی وہاں ان کی زبان غزہ میں قتل عام کے دس دن کے بعد بھی بندھی ہوئی ہے لیکن میرے لوگ اور عوام تنہا نہیں ہیں۔ لاکھوں آزادی سے محبت کرنے والے لوگ بھی انصاف اور آزادی کے اس مقصد میں ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں جس کی گواہی اسرائیلی جارحیت کے خلاف احتجاج کرنے والے افراد نہ صرف عرب اور اسلامی دنیا میں بلکہ دنیا بھر میں دے رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیل ناقابل بیان جاہی اموات اور ظلم غزہ پر کرے گا لیکن اس کا

وہی حشر ہوگا جو لبنان میں اس کے ساتھ ہوا تھا۔ ہم بمباری اور محاصرے سے نہیں ڈریں گے اور صیہونی قبضے کے آگے کبھی ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔



پسندیدہ چیزیں

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں فرمایا کہ مجھے تین چیزیں محبوب ہیں ① خوشبو ② نیک عورت (بیوی) ③ نماز۔ اسی مجلس میں آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تین پسندیدہ چیزیں بیان فرمائیں ① نبی کریم ﷺ کے چہرہ اطہر کی زیارت ② راہ اسلام پر مال خرچ کرنا ③ آپ ﷺ کے عقد میں اپنی بیٹی کا دینا یعنی آپ کا سُسر ہونا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پسندیدہ چیزوں کے متعلق فرمایا ① امر بالمعروف یعنی نیکیوں کا حکم دینا ② نہی المنکر یعنی برائیوں سے منع کرنا ③ پرانا کپڑا پہننا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ① بھوکوں کو کھانا کھلانا ② تنگ دستوں کو لباس پہنانا ③ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی پسندیدہ چیزیں بیان فرمائیں ① مہمان نوازی ② گرمی کے موسم میں روزہ ③ دشمن اسلام پر تلوار چلانا۔ ابھی یہ مجلس جاری ہی تھی کہ سردار الملائکہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لے آئے اور شریک مجلس ہوتے ہوئے فرمایا اگر میں دنیا والوں میں سے ہوتا تو یہ تین چیزیں مجھے پسند ہوتیں ① عبادت گزار سے محبت ② مفلس عیال دار کی مدد ③ گرم کردہ راہ کو راہ دکھانا۔ آخر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں ① طاقت کا خرچ کرنا مال و جان سے ② فاقہ پر صبر کرنا ③ گناہوں پر رواند امت کے ساتھ۔

انشائیہ

مہمان گرامی: ڈاکٹر محمود الزہار سابق وزیر خارجہ فلسطین

ڈاکٹر محمود الزہار فلسطین کے سابق وزیر خارجہ اور حماس کی صف اول کی قیادت میں شمار ہوتے ہیں۔ حماس کی اہماد 1987ء میں شیخ یاسین شہید نے مٹھی بھر نو جوانوں کے ساتھ رکھی تھی جو آج ایک فکر اور سوچ کے روپ میں نسل نو میں منتقل ہو گئی ہے۔ درج ذیل انٹرویو ڈاکٹر محمود احمد الزہار سے حماس کے 21 ویں یوم تاسیس کے موقع پر لیا گیا ہے جس میں موصوف نے حماس کی پر جوش و کالت کرتے ہوئے اہم امور کو بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ڈاکٹر صاحب! سب سے پہلے تو ہم آپ کو حماس کے 21 ویں یوم تاسیس کے موقع پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اس حوالے سے پوچھنا چاہیں گے کہ آج سے 20 سال قبل ”حماس“ کہاں کھڑی تھی اور اب کہاں ہے؟ مختصر آہٹا پیئے گا کہ تحریک نے کون سے مراحل طے کیے ہیں؟

● تحریک کا آغاز مٹھی بھر لوگوں نے کیا تھا جو آج انسانوں کا سمندر بن چکی ہے۔ اتفاقاً اول کے وقت حماس میں شامل افراد کی تعداد صرف ایک ہزار تھی جبکہ آج فلسطین کی 60 فیصد آبادی حماس کی حامی و کارکن ہے۔ شروع میں ذرائع ابلاغ میں حماس کا ذکر تک نہیں آتا تھا لیکن آج اس کے ذکر کے بغیر کسی چینل یا ریڈیو اسٹیشن کا خبرنامہ مکمل نہیں ہوتا۔ حماس کے رہنما غیر معروف تھے آج یہ قیادت عالمی سطح پر جانی پہچانی جاتی ہے۔ حماس کے نظریات سے کوئی واقف نہیں تھا آج اس کی فکر کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ حماس صرف ایک مزاحمتی تحریک تھی لیکن اب وہ امت مسلمہ کے لیے امید کی کرن بن چکی ہے۔

● حماس نے انتخابات میں حصہ لیا اور حکومت بنائی، تحریک کے لیے یہ ایک اہم موڑ ہے لیکن بعض ناقدین کے خیال میں حماس نے انتخابات میں حصہ لے کر خود کشی کی ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

☆ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حماس کی پالیسیوں میں تبدیلی آچکی ہے۔ وہ اپنے عہد سے پھر چکی ہے؟

آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟

● میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ حماس میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ مزاحمت کی نوعیت میں تبدیلی آئی ہے؟ مزاحمت نے تو ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔ مثال کے طور پر انسان پہلے جانور پر سوار ہوتا تھا، پھر اس نے ترقی کی اور بیل گاڑی پر سوار ہوا، پھر اس نے ترقی کی اور گاڑی پر سوار ہوا، پھر اس نے ترقی کی اور جہاز پر سوار ہوا۔ حماس میں تبدیلی نہیں آئی بلکہ اس نے ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔ اگر حماس نے انٹرنیٹ کا استعمال کیا ہے تو یہ تبدیلی نہیں بلکہ ترقی ہے۔

☆ آپ ”اوسلو معاہدے“ کے تحت بننے والی اتھارٹی کا کیوں حصہ بنے؟ آپ حکومت چھوڑ کر صرف مزاحمت پر ہی توجہ کیوں نہیں دیتے؟

● ہمارے بارے میں یہ کہنا کہ ہم کرسی کے طلب گار ہیں یہ ایک دھوکا ہے جو فلسطینی عوام کو دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم نے عوام کی خدمت اور فلسطین کی حفاظت کی خاطر کرسی قبول کی ہے۔ ہم ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرتے ہیں اور فلسطینی عوام کی خاطر سرمایہ لاتے ہیں۔ ہم اپنی قوم کے بیٹوں کے لیے سرمایہ لاتے ہیں جس میں ”الفتح“ کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ ہم نے حکمرانوں کی طرح اپنی جیبیں نہیں بھریں۔ مخالفین چاہتے ہیں کہ ہم ختم ہو جائیں۔ الشیخ احمد یاسین کی زندگی میں انہیں نظر بند رکھا گیا لیکن وہ شہید ہو کر افضل بن گئے۔ عبدالعزیز ربیسی زندگی بھر قید و بند کی مشقتیں کاٹتے رہے لیکن جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تو افضل بن گئے۔ میں یہاں پر قرآن پاک کی آیت کی یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔

☆ حماس کا آپ کیسے تجربہ کریں گے۔ کیا وہ اسلام تحریکوں کے لیے ایک نمونہ ہے جس کے نقش قدم

پر چلا جائے؟

● حماس فلسطینی عوام کی حقیقی آواز ہے۔ حماس اب بہت بڑی تحریک میں تبدیل ہو چکی ہے جو پوری فلسطینی اراضی میں پھیل چکی ہے۔ حماس ایک یونیورسٹی ہے، ایک اسکول ہے، ایک سوچ ہے اور ایک ادارہ ہے۔ اس کی ترقی فطری ترقی ہے۔ حماس نے کامیابیاں حاصل کیں تو مخالفین کو اس کی کامیابیاں گراں گزریں۔ حماس کی موجودگی میں دوسری جماعتیں سکڑنا شروع ہوئیں تو حماس کے خلاف گھیراؤ شروع کر دیا گیا۔ اس کے کارکنان پر تشدد کیا گیا۔ انہیں گرفتار اور شہید کیا گیا۔ ان تمام حالات کے باوجود حماس نے سوچ سمجھ کر انتخابات میں حصہ لیا۔ معلوم تھا کہ ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہم نے عوام کی خدمات کی خاطر اور مسئلہ فلسطین کی حفاظت کے لیے انتخابات میں حصہ لیا۔ انتخابات میں حصہ لینا ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔

☆ حکومت کے تجربے سے آپ نے کیا سیکھا ہے؟

● حماس نے 100 فیصد استفادہ کیا۔ ہم حکومتی اداروں اور وزارتوں میں داخل ہوئے جن کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اب ہمارے پاس سرکاری افراد ہیں جو ہم سرکاری مشینری کو چلا رہے ہیں۔ ہمارے پاس اب تجربہ ہے۔

☆ مزاحمت اور تعمیری کام میں ربط ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ آپ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟

● ہم نے انتظامی امور بڑے شفاف طریقے سے سرانجام دیے ہیں۔ ہم مزاحمت اور انتظامی امور کو ساتھ لے کر چلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مزاحمت صرف اسلحہ اٹھانے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلحہ اٹھانا مزاحمت کا حصہ ہے۔ تحریک کی سوچ انسانوں کے دماغوں میں گھومتی ہے۔ اب یہ سوچ ٹی وی ہے، ریڈیو ہے، یونیورسٹی ہے اور ادارہ ہے۔ مزاحمت میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ پھر سے شروع ہونے والی مزاحمت میزائل تک پہنچ چکی ہے۔ جنگ بندی کے دوران اسرائیلی خلاف ورزیوں کے جواب میں صیہونی ٹھکانوں پر 77 میزائل اور 170 راکٹ داغے گئے ہیں۔

● حماس کا تجربہ بڑا کامیاب رہا ہے۔ اس کی دلیل ٹی وی چینلز پر ہونے والے تجزیے اور اسلامی رہنماؤں کی آراء ہیں۔ سب نے حماس کے تجربے کی تعریف کی ہے۔ حماس نے مشکل حالات میں فلسطینی عوام کی اس طرح قیادت کی جس کی مثال عالم اسلام میں نہیں ملتی۔ حماس نے ایسے مشکل حالات کا سامنا کیا جس کا سامنا کسی اسلامی تحریک نے نہیں کیا ہوگا۔ تمام مشکل حالات اور بڑے بڑے چیلنجز کے باوجود اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے بہت کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

☆ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حماس کی مقبولیت میں کمی واقع ہوئی ہے حقیقت حال کیا ہے؟

● جب کوئی اس طرح کی بات کرتا ہے تو مجھے بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اگر انتخابات ہوتے ہیں تو ان لوگوں کو خوش فہمی دور ہو جائے گی۔ حماس دوبارہ پہلے سے کہیں زیادہ اکثریت سے کامیاب ہوگی کیونکہ ہم نے قوم کو کامیاب پروگرام دیا ہے۔

☆ مصر کی پالیسی میں قاہرہ میں فلسطینی جماعتوں کے درمیان باہمی مذاکرات کی ناکامی کے بعد اب دوبارہ بات چیت کا امکان ہے۔ معاملات کس طرف جارہے ہیں؟

● اس کا کچھ جواب نہیں دیا جاسکتا۔ ہمارے خیال میں باہمی بات چیت کا کوئی نعم البدل نہیں ہے لیکن ہم مغربی کنارے کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں کھیلنے دیں گے جو اسرائیلی اور امریکی ڈکٹیشن لیتے ہیں۔ ہم کسی کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ فلسطین کا کوئی حصہ فروخت کرے۔

☆ حماس کے اسلامی ممالک سے تعلقات کیسے ہیں؟ یورپی ممالک سے بھی حماس کے رابطوں کی خبریں ہیں؟ یورپی ممالک سے تعلقات کی کیا نوعیت ہے؟

● ہم امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔ ہمارے یقین ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت حماس کی حامی ہے۔ حماس ایک مقبول تحریک ہے جو مسلمانوں کے مفاد کے لیے لڑ رہی ہے۔ جو فلسطینیوں کی حمایت اور مدد کرتا ہے ہم اس کو خوش آمدید کہتے ہیں اور جو مدد نہیں کرنا چاہتا اس کے خلاف کچھ نہیں کہتے۔ رہا سوال یورپی یونین سے تعلقات کی نوعیت کے متعلق تو بعض یورپی ممالک نے ذرائع ابلاغ سے دور رہ کر ہم سے رابطے

کے ہیں۔ ذرائع ابلاغ سے دور رہ کر ان کے رابطہ کرنے کی وجہ امریکہ کا خوف ہے۔ جن یورپی ممالک نے ہم سے رابطے کیے ہیں وہ ہم سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارا موقف سننا چاہتے ہیں۔ یورپی ممالک سے ہماری ملاقاتیں حماس کے مفاد میں تھیں جن کے مثبت نتائج نکل سکتے ہیں۔

☆ نو منتخب امریکی صدر بارک اوباما کے متعلق حماس کا کیا موقف ہے؟

● میں اس بارے میں کسی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا۔ بارک اوباما کے متعلق حماس کا انتہائی مختلط موقف ہے۔ ہم ”دیکھو اور انتظام کرو“ کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔ آگے دیکھیں کہ نئی امریکی انتظامیہ کا کیا رویہ ہے؟

☆ کہا جا رہا ہے کہ آج کل حماس کے اسلامی جہاد سے تعلقات سرد مہری کا شکار ہیں۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

● آپ کے قول کے برعکس ہمارے اسلامی جہاد سے تعلقات بہت مستحکم ہیں۔ ہمارے درمیان محبت اور احترام کا رشتہ ہے۔ ہمارے تعلقات تمام مزاحمتی گروپوں سے اچھے ہیں۔ حالیہ دنوں میں اسلامی جہاد سے تعلقات میں جتنی گرم جوش رہی ہے وہ پہلے کبھی نہیں تھی۔

☆ فلسطینی صدر محمود عباس کی اتھارٹی اور اسرائیل کے درمیان مذاکرات کا انجام کیا ہوگا؟

● مذاکرات فلسطینی صدر کی حکمت عملی ہے۔ مذاکرات کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور راستہ نہیں بچا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مذاکرات ہدف نہیں ہیں۔ ہمارے خیال میں مذاکرات سے اگر ہدف حاصل نہیں ہوتا تو اسے ترک کر دینا چاہیے۔

☆ مغربی کنارے میں حماس جن حالات سے گزر رہی ہے اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

● مقبوضہ مغربی کنارے میں حماس کے لیے حقیقت حال بہت تلخ ہے لیکن یہ صورت حال مثبت ہے کیونکہ لوگوں نے ہتھیار اٹھانے اور نا اٹھانے کے نتائج کے درمیان موازنہ کر لیا ہے۔ جن لوگوں نے مزاحمت ترک کر دی ہے قابض افواج مغربی کنارے کی گلیوں میں لوگوں کے سامنے انہیں شہید کر رہی ہے۔ اس میں

”الفتح“ اور شہدائے اقصیٰ بریگیڈ کے لوگ بھی شامل ہیں۔ جن مجاہدین کو غیر مسلح کر دیا گیا ہے وہ یہودی کاروں کے لیے شکار بن گئے ہیں۔ اٹلیل میں یہودی آباد کار، فلسطینیوں کے گھروں کو جلا کر رکھنا کامیاب رہے ہیں۔ غیر مسلح کیے جانے کا انجام عوام کے سامنے ہے۔

☆ 2008ء کا سال حماس کے لیے کیسا رہا ہے؟

● 2008ء حماس کے لیے بہت سخت تھا لیکن جس قدر مشکلات تھیں اسی قدر حماس کے کارکنان میں حوصلے اور عزم و استقلال کا اضافہ ہوا۔ مستقبل کے حوالے سے بات کی جائے تو مستقبل یقیناً بہتر ہے۔ مستقبل اسلام کا ہے۔ اسلام صرف حماس کا نام نہیں ہے۔ اسلامی بیداری حقیقی بیداری ہے۔ مسلمانوں کے پاس کرہ ارض کا 27 فیصد حصہ ہے۔ مسلمان دنیا کا تہائی حصہ ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام ناکام ہو چکا ہے جبکہ آج تک اسلامی نظام کبھی ناکام نہیں ہوا۔



چار قیمتی باتیں

جب شیطان انسان سے چار باتیں سرزد کروا دیتا ہے تو کہتا ہے کہ اب مجھے اس کے علاوہ اور کچھ کروانے کی ضرورت نہیں۔ ① انسان کا تکبر کرنا ② اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنا ③ اپنے گناہوں کو بھول جانا ④ پیٹ بھر کر کھانا۔ یہ آخری خرابی پیٹ بھر کر کھانا سب خرابیوں کی جڑ ہے۔

﴿ملفوظات حضرت فضیل بن عباس رحمۃ اللہ علیہ﴾

طارق کی دعا

علامہ محمد اقبال

حضرت علامہ کی یہ نظم فاتح اندلس طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے۔ جسے عہد حاضر میں ارض مقدس کے بے تق مجاہدوں کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ غازی ، یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی بیت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز سے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشورِ مٹھائی
خیاباں میں ہے منتظرِ لال کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے
کیا تُو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں ، نظر میں ، اذانِ سحر میں
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انہی کے جگر میں

ایک دیوارِ گریہ بنائیں کہیں!

عرفان صدیقی

عرفان صدیقی صاحب ملک عزیز کے معروف و مقبول کالم نگار ہیں۔ صدیقی صاحب کے کالم وقت کی آواز اور ملک و ملت کے مفاد میں تڑپا دل رکھنے کے غماز ہیں۔ اسلامی عقائد کی سرحدات کی حفاظت ہو نام نہاد روشن خیالی کا آپریشن ہو، حکمرانوں کی بے دینی ہو یا مغرب نوازی صدیقی صاحب کا قلم یکساں حرکت کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

رقص ابلیس ایک بار پھر عروج پہ ہے۔ اسرائیل اپنی تمام تر عنوت اور جدید ترین جنگی مشینری کے ساتھ فلسطین پر حملہ آور ہے۔ غزہ پر اس کا ہدف ایسا ”حریف“ ہے جو اس کے مقابلے میں نہتا ہونے کی حد تک بے سروسامان ہے اور اسرائیل کو اس کی خبر ہے۔

وہ جانتا ہے کہ 157 اسلامی ممالک کے خود پرست حکمرانوں نے 1.5 ارب سے زائد مسلمانوں کو راکھ کا ڈھیر بنا رکھا ہے۔ کوئی چنگاری سلگتی بھی ہے تو استعمار کے یہ کارندے خود ہی اسے بجھانے میں لگ جاتے ہیں۔ شاید انہیں یہ ڈر ہے کہ غیرت و حمیت کے خفتہ جذبات بیدار ہو گئے تو ان کا رخ اپنے شاہان والا تبار کے قلعوں کی طرف بھی مڑ سکتا ہے۔ ایسی لاطعلقی، اس نوع کی بے نیازی، اس انداز کا تغافل اور اس طرح کی بے حسی کہ سر شرم و ندامت سے جھک جاتا ہے۔

اسلامی کانفرنس نے کسی طرح کی حرکت کو ضروری نہ جانا۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک ایسی قرارداد منظور کرنا چاہی جس میں اسرائیل کے رویے کی مذمت بھی شامل تھی لیکن امریکہ نے اسے ”وینو“ کر دیا۔ صدر بوش نے کمال تمکنت سے اعلان کیا ہے کہ اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ کنڈولیزا رائس نے ”اعتدال پسند اسرائیل“ کے مقابلے میں فلسطینیوں پر انتہا پسندی کا

کشاو در دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرہ ”لائرز“ میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے



سات آسمان

- پہلے آسمان کا نام رقیع جو سبز زمرہ سے بنا ہے۔
- دوسرے آسمان کا نام ارفلون جو سفید چاندی سے بنا ہے۔
- تیسرے آسمان کا نام قیوم جو سرخ یا قوت سے بنا ہے۔
- چوتھے آسمان کا نام ماعون جو درۃ ابیض سے بنا ہے۔
- پانچویں آسمان کا نام بقاء جو سرخ سونے سے بنا ہے۔
- چھٹے آسمان کا نام وفا جو زرد یا قوت سے بنا ہے۔
- ساتویں آسمان کا نام عروبا جو چمکنے والے نور سے بنا ہے۔

﴿روح البیان، جلد ۱، صفحہ ۹﴾

بھی روک لیا گیا ہے۔

اسرائیل نے ایک منظم منصوبے کے تحت ایسے مقامات کو نشانہ بنایا ہے جو شہری زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان تنصیبات کے خاتمے کا مطلب کسی بھی ریاست کو کئی عشرے پیچھے دھکیل دینا ہے۔ جان بوجھ کر پلوں، سڑکوں، پاور پلانٹس، آبی ذخیروں، گڑاٹیشنوں، سرکاری دفاتر، بند گارہوں اور اہم تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا۔ شہری علاقوں پر اندھا دھند بمباری کی گئی۔ ٹینکوں نے مخصوص عمارات کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور دنیا چپ رہی۔

فلسطین اور افغانستان سے شروع ہونے والی جنگ عراق سے ہوتی ہوئی لبنان میں داخل ہو گئی ہے۔ شام اس کا اگلا پڑاؤ ہے اور پھر غارت گرقاقلے ایران کی طرف رخ کرنا چاہتے ہیں۔ ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ اب واضح طور پر ”دہشت گردوں کی جنگ“ بنتی جا رہی ہے اور ان دہشت گردوں کا نشانہ صرف وہ مخلوق ہے جس کے لہو کی ہر بوند سے ”بوئے حجاز“ آتی ہے۔ دکھ کا مقام یہ ہے کہ پاکستان سمیت بہت سے اسلامی ممالک بھی اس بے رنگ و نام جنگ کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ کی خوشنودی کو انہوں نے زندگی کا بالاترین مقصد بنا لیا ہے۔ وہ فلسطین پر اسرائیلی جارحیت کو ”ٹک ٹک“ دیکھ رہے ہیں لیکن صرف مذمت ہونٹوں پہ لاتے ہوئے ان کا پتہ پانی جاتا ہے۔ مزاحمت زندہ ہے اور یہ مزاحمت زندہ رہے گی۔ حماس کے مجاہدین کم تر طاقت کے باوجود عالمی فرعونوں کی قوت سے گراتے اور بچنے آزمائی کے ہنر کو زندہ رکھتے ہیں۔

دنیا ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ حق و صداقت نے قوت اور تعداد میں کئی گنا کم ہوتے ہوئے بھی کئی گنا قوی باطل پر غلبہ حاصل کیا۔ اپنے حق کے لیے لڑنے والی قوموں کی جنگ طویل تو ہو سکتی ہے لیکن حتمی فتح انہی کے حصے میں آتی ہے۔



الزام لگا دیا ہے۔

جنگ بھڑکی ہوئی ہے۔ شاید اسے جنگ کہنا مناسب نہ ہو کیونکہ یہ صرف اور صرف اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی ہے جو فلسطین کی بستیاں خاکستر کر رہی ہے اور معصوم شہریوں کے لہو سے ہولی کھیل رہی ہے۔

غزہ کی پٹی سے اسرائیلی انخلا کو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا کہ وہ ایک بار پھر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ اس میں در آیا ہے۔ نام نہاد انخلا کے وقت ساری دنیا نے اس کے قصیدے کہے۔ اسے امن و اشتی کا علمبردار قرار دیا۔ خود ہمارے جذبات میں بھی اسرائیل دوستی کا ایسا اُبال آیا کہ ہم اپنی روایتی پالیسی کو نظر انداز کر کے اسرائیل پر واری صدقے ہونے لگے۔ سابق صدر پرویز نے امریکہ جا کر یہودی کانگریس سے خطاب کیا۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی باتیں ہونے لگیں۔ تعلقات کی استواری کے لیے اپنے وفد بھیجنے کے منصوبے بننے لگے۔ یہ سب کچھ کرتے وقت ہم بھول گئے کہ اسرائیل کے بچہ خونیں سے اب بھی لہو چمک رہا ہے۔ وہ اب بھی قبلہ اول کو اپنے منحوس قبضے میں لیے بیٹھا ہے اور وہ اب بھی فلسطین کے 75 فیصد علاقے پر تسلط جمائے، فلسطینیوں کے لہو سے ہولی کھیل رہا ہے۔

حماس کی کامیابی نے اسرائیل کو جو اس باختہ کر دیا ہے۔ جمہوریت کے پرچم بردار امریکہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ شہنشاہِ عالم پناہ نے دوسری بار پھر صدارتی الیکشن جیتنے کے بعد ”اسٹیٹ آف دی یونین“ خطاب میں مشرق وسطیٰ اور دیگر ممالک میں ”فروغِ جمہوریت“ کو اپنی بالاترین ترجیح قرار دیا تھا لیکن جہاں جہاں، جس جس سطح کے انتخابات کا ناقوس بجا امریکہ کی کھلی مخالفت کرنے والے عناصر کو کامیابی حاصل ہوئی۔ فلسطین میں بھی یہی کچھ ہوا۔ حماس کی کامیابی نے اسرائیل اور امریکہ کے خواب چکن چور کر دیے۔ اب ان کے غمگسار صدر محمود عباس کے لیے صیہونی اور امریکی ایجنڈے پر چلنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کا حل یہ سوچا گیا کہ حماس کی حکومت ختم کر دی جائے۔ اس ”مقصد اولیٰ“ کے حصول کے لیے حماس حکومت کو ہر قسم کی مالی امداد حتیٰ کہ اس کا طے شدہ

تماشا گاہ

اوریا مقبول جان

محترم اوریا مقبول جان صاحب کافی عرصہ سے اہم حکومتی عہدوں پر فائز ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ حکومتی منصب و جاہ و جلال نے ان میں دینی غیرت و حمیت کی شمع مدھم نہیں ہونے دی۔ موصوف و قناتو قنات امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر اپنے قلم کو حرکت میں لاتے ہوئے درد دل بیان کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

دنیا بھر سے ایک دفعہ پھر نوٹو گرافروں، کیمرہ مینوں اور صحافیوں کے قافلے تل گاہ میں پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ عمارتوں پر بڑے بڑے انیٹا نصب کر دیے گئے ہیں۔ طاقت ور کیمرے دور سے گرنے والے ہموں اور ہونے والی تباہی کو قلمدار ہے ہیں۔ گلیوں میں کندھوں پر کیمرے اٹھائے نوٹو گرافر کسی یادگار منظر کی تلاش میں ہیں۔ جتنا ہولناک اور درد انگیز منظر ہوگا اتنا ہی زیادہ جاذب نظر ٹھہرے گا اور اخبار میں بہتر جگہ کی زینت پائے گا۔ یہ تماشا گاہ روز بختی ہے اور روز لوگ اخباروں اور ٹیلی ویژن اسکرینوں پر یہ منظر دیکھ کر کچھ دیر گم سم رہتے ہیں۔ ہلکا سا تبصرہ کرتے ہیں اور پھر چین کی نیند سو جاتے ہیں۔

گزشتہ تیس سالوں کی اس تصویری نمائش میں بڑی نادیر روزگار تصاویر ملیں گی۔ آگ اگلنے ٹینکوں کی تصویریں، گلیوں میں بھاگتے نوجوانوں اور بچوں کی تصویریں جو ہاتھوں میں پتھر اٹھائے ان ٹینکوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

وہ تصویروں کی ایک قطار تو سب کے ذہن میں ہوگی جس میں ایک بچہ اپنے باپ کی گود میں سہا ہوا ہے اور اسرائیلی سپاہی گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے ہیں۔ دوسری تصویر میں بچہ خوف سے باپ کی گود میں مزید سمٹ گیا ہے۔ تیسری تصویر میں بچہ گولی سے زخمی ہے اور آخر میں بچے کی لاش باپ کی گود میں پڑی ہے۔

1974ء میں لبنان کے مسلمانوں پر فاسفورس اور نیپام حملوں میں اذیت ناک موت مرنے والوں کی تصاویر شاید آج بھی اخبارات کی فائلوں میں موجود ہوں۔ انہی سالوں میں 2 لاکھ 50 ہزار مسلمانوں کو اپنا بچا کھچا سامان کندھوں پر اٹھائے مہاجر کیمپوں کی طرف ہجرت کرتے ہوئے انہیں کیمروں کی آنکھوں نے دیکھا اور محفوظ کیا ہے اور پھر سب سے پہلے 1975ء میں ان کیمپوں پر ایک ساتھ 30 اسرائیلی طیاروں نے مشترکہ حملہ کیا۔ آسمان تاریک ہو گیا اور لوگ خاک و خون میں ڈوبنے لگے۔

یہ منظر دنیا بھر کے اخبارات کے نوٹو گرافروں کے لیے ایک ایڈ ونچر کا ذریعہ بنے۔ 16 سے 18 دسمبر 1982ء کے صابرہ اور شتیلہ کیمپوں پر حملے تو تاریخ کا وہ سیاہ ترین باب ہے جس پر صحافیوں نے مضامین تحریر کیے۔ ان 200 مرد، عورتوں اور بچوں کی تصویریں بنائیں جیسے وہ ایک مذبح میں پڑے ہوں اور پھر کئی نوٹو گرافر حضرات اور صحافیوں نے اس کے صلے میں انعام و اکرام بھی حاصل کیے۔

یوں لگتا ہے فلسطین بھی ایک تماشا گاہ ہے جس میں مختلف وقتوں کے بعد ایک کھیل اسٹیج ہوتا ہے۔ اس میں ایک ظالم ہے اور دوسرا مظلوم۔ ظالم کو اس دنیا کی سپر پاور اس ”کھیل“ کا خرچہ فراہم کرتی ہے اور اس کھیل میں اس کے اندر کام کرنے والوں کو ہر طرح کی سہولت فراہم کرتی ہے اور ان کا تحفظ کرتی ہے۔ کبھی کسی نے سوچا کہ اس کریہہ المنظر معاشرے میں سجنے والے کھیل کا جس میں مرنے والے حقیقی طور پر اپنی جان سے جاتے ہیں اس کا پروڈیوسر کون ہے جو پردے کے پیچھے بیٹھا ہے؟ آئیے پردے کے پیچھے بیٹھے جمہوریت اور انسانی حقوق کے علمبردار ملک کا چہرہ دیکھیں اور اس سارے تماشے میں معاشی، سیاسی، اطلاقی اور فنی مدد کی نوعیت کا اندازہ لگائیں۔

اکتوبر 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد جب مسلمانوں کو اسرائیل پر تصویزی سی

برتری حاصل ہوئی تو امریکہ نے اس تماشا گاہ کو سجانے اور آباد کرنے کا ذمہ اٹھالیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک امریکہ اسرائیل کو 140 ارب روپے کی فوجی امداد دے چکا ہے۔ اسرائیل کو ہر سال 13 ارب ڈالر براہ راست امداد دی جاتی ہے جو 500 سو ڈالر فی اسرائیلی فی سال ہے جس میں کبھی کبھار نہیں ہوتی۔ پوری دنیا میں امریکی امداد سے ماہی اقساط میں ہوتی ہے۔ جبکہ اسرائیل کو سال کے آغاز میں ہی پوری رقم دے دی جاتی ہے جسے وہ امریکہ ہی کے بینکوں میں رکھ کر کماتا ہے اور اسی امداد کو دگنی کر لیتا ہے۔ دنیا میں جس کو بھی فوجی امداد دی گئی اسے اسلحہ خریدنے کے لیے امریکہ کی مارکیٹ کی پابندی ہے جب کہ اسرائیل اس میں خود مختار ہے۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جس سے امداد کا حساب نہیں مانگا جاتا۔

اسرائیل کو امریکہ نے 3 ارب ڈالر دیے تاکہ وہ اپنا ہتھیاروں کا ایک سسٹم بنالے اور اسے بلیک ہاک ہیلی کاپٹر اور F-16 کی ٹیکنالوجی منتقل کی۔ دنیا بھر میں نیٹو (NATO) اتحادیوں کا بڑا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان کو ہر میدان میں قربانی کا بکرا بنایا جاتا ہے لیکن ان تمام ممالک کو امریکہ کے جاسوسی نظام تک رسائی نہیں۔ دنیا کا واحد ملک اسرائیل ہے جسے امریکہ کے دفاعی جاسوسی نظام اور اس کی ایجنسیوں تک رسائی ہے۔

اب ذرا عالمی سطح پر اس تماشا گاہ کے بڑے ظالم (اسرائیل) کی پشت پناہی کا عالم دیکھیے۔ 1982ء سے لے کر آج تک جب کبھی اسرائیل کی جارحیت کی دنیا کے ممالک نے سیکورٹی کونسل میں آواز اٹھائی تو امریکہ نے ان ممالک کی قراردادوں کو مختلف اوقات میں ویٹو کر دیا تاکہ کوئی ملک برستی گولیوں اور بموں کی بوچھاڑ میں مظلوموں کی مدد نہ کر سکے۔ جب بھی کبھی امریکہ کو اس علاقے میں اپنی جنگ لڑنا پڑی اس کے لیے اسرائیل کی زمین استعمال نہ کی گئی تاکہ یہ تماشا گاہ سلامت رہے۔

پہلی عراق جنگ میں بھی مسلمانوں کے ملک اپنی غیرت و حمیت بیچ کر اڑے دینے لگے اور دوسری عراق جنگ میں بھی انہیں ننگ ملک و ملت ممالک نے امریکی سپاہیوں کو اپنی سرزمین سے مسلمانوں کا خون بہانے کا لائسنس دیا۔

یہ تماشا گاہ پھر سج گئی ہے۔ پھر نئے منظر ٹی وی اسکرین اور اخبارات کی زینت بنیں گی۔ لوگ صحافیوں کی کاوشوں سے متاثر ہوں گے اور انہیں داد دیں گے۔ لیکن کوئی اس کش مکش میں یہ سوال نہیں کرتا کہ ہمارے بچے ہمارے سامنے قتل کر کے ہمیں دکھاتے ہو اور ہم سے داد بھی چاہتے ہو؟ لیکن کیا کریں آج بھی شاید ایسا ہی ہو۔ پروڈیوسر نے پڑوسیوں کو خرید لیا ہے جو اس تماشا گاہ کو قریب سے برباد کر سکتے تھے۔

مصر اور اردن امن کی باتیں کر رہے ہیں جبکہ فلسطین میں حماس اور لبنان میں حزب اللہ اپنے پیاروں کی لاشیں اٹھا رہے ہیں۔ الہی! ہم کتنے بے حس اور مردہ روح لوگ ہیں؟ روز مرنے والوں کی تصویریں دیکھتے ہیں، فلمیں ملاحظہ کرتے ہیں، تبصرہ کرتے ہیں، بیان دیتے ہیں اور چین کی نیند سو جاتے ہیں۔ ایسا تو پرندے بھی نہیں کرتے۔ کوئی کوا زخمی ہو کر کسی شخص کے ہاتھ ہی آجائے تو سارے کواے آسمان، زمین اور چھتوں پر جمع ہو کر ”کائیں کائیں“ کر کے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں چیختے ہیں، چلاتے ہیں۔ لیکن کیا کریں جن آنکھوں پر ڈالروں کی پٹیاں اور منہ میں سکوں کی تھیلیاں بھری ہوں وہ ایسے ہی تماشا گاہ کے سامنے کھڑے تماشا دیکھتے ہیں، داد دیتے ہیں اور پھر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے جب خود تماشا بن جاتے ہیں۔



عالم اسلام کی بے حسی

نعمیم اللہ چترالی

آج کل مسلمان پوری دنیا میں بے بسی کے عالم میں ہے اور مظلومیت و محکومیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ کفر ملتہ واحدہ ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا ہے۔ جو بظاہر غلامی کی جھلکیوں سے آزاد ہیں، دشمن ان کی طرف بھی ہولے ہولے اپنے قدم اٹھاتا اور ان پر پنچے گاڑنے کی کوشش کرتا نظر آتا ہے۔

ان حالات کو دیکھ کر تصور کی نگاہ کو اسلام کا ابتدائی دور نظر آتا ہے اور اس زمانے کے احوال عقل و شعور میں گردش کرنے لگتے ہیں۔ جو ذات دلوں کی ویراں کھیتیاں سیراب کرنے اور گھپ اندھیرے میں روشنی پیدا کرنے کے لیے مبعوث ہوئی تھی ان کے اس قول ﴿بدا الاسلام غریباً وسعیود کما بدا﴾ کی تشریح واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے اور یہ حدیث شریف 14 صدیاں گزرنے کے بعد بھی اپنے کہنے والے پر صاحب معجزہ اور سچا رسول ہونے کی دلیل پیش کرتی ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں بھی جب کوئی بتوں کی پوجا سے توبہ کر کے صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے لگتا تھا تو ابو جہل جیسے درندے اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اس کو گھر سے نکالتے اور قسم قسم کے مظالم ڈھا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے تھے۔ آج بھی اگر کوئی ربلم یزل کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتا ہے تو اس کا سر پیٹا جاتا ہے اور اس پر ظلم و تشدد کیا جاتا ہے۔ اس وقت بھی اگر کوئی ادیان باطلہ سے قطع ہو کر دین اسلام کو اختیار کرتا تھا تو اس کو ”صابی“ کہہ کر پکارتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آج بھی اگر کوئی دین اسلام پر اچھی طرح عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کو دہشت گرد، انتہا پسند اور رجعت پسند کہا جاتا ہے۔ البتہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی جبکہ آج مسلمانوں کی

تعداد 1.5 ارب سے بڑھ کر ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس وسائل نہیں تھے فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے تھے جبکہ آج مسلمانوں کے پاس مال و دولت کی ریل پیل ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے اندر ایمانی غیرت تھی جبکہ آج مسلمانوں کے اندر ایمانی غیرت اور دینی حمیت عنقا ہو چکی ہے۔ اس وقت مسلمان اپنی زندگی کو رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے سانچے میں ڈھالے ہوئے تھے جبکہ آج مسلمان نبی پاک ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ اس وقت مسلمان غیروں کی نکالی کو اپنی ایمانی غیرت کے خلاف سمجھتے تھے جبکہ آج مسلمان یورپ کی تقلید پر فخر محسوس کر رہا ہے۔ اس وقت مسلمان ﴿اشداء علی الکفار رحماء بینہم﴾ کے حقیقی مصداق تھے جبکہ آج مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے سخت اور کفار کے معاملے میں نرم گوشہ اختیار کرتا ہے۔ غرض یہ کہ اس وقت مسلمانوں میں جو اوصاف پائے جاتے تھے ان کا عشر عشر بھی آج کے مسلمانوں میں نہیں پایا جاتا۔

آج مسلمان تن آسانی کی طرف مائل اور انتہائی غفلت کی زندگی گزارنے کا عادی ہو گیا ہے۔ فلسطین کے اندر حالیہ حملوں میں شہید ہونے والوں کی تعداد 1400 سے تجاوز کر چکی ہے۔ بے تصور بوزھے اور عورتیں گولہ بارود کی زد میں آ کر اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں ہیں۔ بیسیوں افراد اپنے اعضاء سے محروم ہو کر پوری زندگی کیلئے معذور بننے جا رہے ہیں لیکن اسرائیلی درندے اپنی موم کاروانیوں سے باز آنے کی بجائے فلسطینیوں کی نعشوں پر فتح کا وحشیانہ رقص کر رہے ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ 56 اسلامی ممالک کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن سب خاموش اٹھائی بنے دیکھ رہے ہیں اور کوئی بھی یہودی مظالم کے خلاف آواز اٹھانے کی زحمت نہیں کر رہا۔ اٹلانے اقوام متحدہ میں جنگ بندی کی قرارداد پیش کر کے فرض کفایہ ادا کرنے کی کوشش کی لیکن امریکا اور برطانیہ کے اعتراض پر اس کو مسترد کر دیا گیا اور اس پر رائے شمار نہیں ہوئی۔

درحقیقت یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں سے بغض، نفرت، عداوت اور مسلمانوں کے خلاف

ان کی چھپی سازشیں بے نقاب ہو کر سامنے آ رہی ہیں۔ یہودیوں نے عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف سازشیں تیز کر دی ہیں لیکن مسلمان اب بھی خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ یہودیوں کے بغض اور ان کی عداوت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ حالیہ دنوں میں اسرائیل نے فلسطین پر اس وقت حملہ کیا جب دونوں کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ ختم ہوا۔ حملے کے لیے اس وقت کو متعین کرنے کا مقصد یہ تھا کہ معاہدہ میں مزید توسیع نہ ہو سکے اور اسرائیل فلسطین کے مسلمانوں کو جلد از جلد صفحہ ہستی سے مٹانے میں کامیاب ہو سکے۔ یہود اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے صرف فلسطین ہی پر ظلم و تشدد نہیں کر رہے بلکہ عالمی سطح پر مسلمانوں کو ختم کرنے کا خواب بھی دیکھ رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ تجزیہ بھی سچ ثابت ہوتا جا رہا ہے کہ مبنی واقعہ میں یہودیوں کی بدنام زمانہ ایجنسی ”موساد“ ملوث ہے اور بھارت کو یہ بات بخوبی معلوم ہے لیکن بھارت عالم کفر کو اپنے ساتھ ملا کر پاکستان کے ساتھ وہ سلوک کرنا چاہتا ہے جو اس وقت اسرائیل فلسطین کے ساتھ کر رہا ہے اور یہی یہودی ایجنسی ”موساد“ کا اولین مقصد ہے۔

اب مسلمانوں کے بیدار ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ تقدیر کا قاضی ان کی جدوجہد کا منتظر ہے۔ مسلم حکمران اب بھی اگر آنکھ کھولنے کی بجائے عیش پرستی میں محو ہے، اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرنے کی بجائے خواب غفلت کے مزے لوٹتے رہے تو ایک دن کسی بدخواہ کا لقمہ تر بن سکتے ہیں۔ آپس میں اتفاق و اتحاد کر کے سہر طاقت بننے کی بجائے امریکہ سے تعاون کی امید رکھنا بھوکے کتے سے ہڈی مانگنے کے مترادف ہوگا۔



نہرود

جد الانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مبارک کے نہرود کیا نام نہرود بن

کنعان بن جام بن نوح تھا۔

مکتوب گرامی

درج ذیل مکتوب انٹرنیٹ سے لیا گیا ہے جو ایک فلسطینی بہن نے خواب غفلت میں مست اپنے مسلمان بھائیوں کے نام لکھا ہے جو کسی صلاح الدین ابو بی اور محمد بن قاسم کی منتظر ہے لیکن.....

میرے مسلمان بھائیو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں غزہ بالکل چھوڑنا نہیں چاہتی۔ سوائے چند خاص موقعوں کے مجھے جنگی طیاروں کی آوازوں اور میزائلوں کے حملوں نے خوفزدہ نہیں کیا۔ مجھے میرے گھر کی تباہی نے رونے پر مجبور نہیں کیا۔ سرد ترین بارش والی راتوں نے بھی مجھے غم سے نڈھال نہیں کیا۔ ہاں ہاں! میرے معصوم ننھے ننھے بچوں کی بھوک کی وجہ سے چیخ و پکار نے مجھے غزہ سے نکلنے پر ضرور مجبور کیا۔ میرے شوہر اور میرے خاندان کے دیگر کئی افراد بھی اس صہیونی بربریت کی بھیٹ چڑھ گئے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! اطمینان رکھو غزہ خیریت سے ہے۔ اس لیے کہ غزہ کی ماؤں نے اپنے گھر کے کھڑوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کے لیے بھیج دیا ہے۔ قسم بخدا وہ اپنے خاص لوگوں کو ہی جہاد کے لیے منتخب فرماتا ہے تاکہ وہ دنیا و آخرت کے بلند درجوں کو پالیں۔ الحمد للہ! ہمارا اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ ہے اور ہم اس کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہم میں سے بہت سے لوگوں کو منصب شہادت عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہمت اور توفیق دی ہے کہ ہم یہود و ہنود سے محاربہ کریں اور انہیں ذلیل و رسوا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جگر کے کھڑوں کو ہم سے لے کر ہمیں عزت بخشی ہے۔ اس نے

ہماری جانوں، مالوں اور کھیتیوں کے ذریعے ادنیٰ ترین امتحان میں آزمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے گھروں سے نکال کر ”ہجرت“ کا اعزاز بخشا اور ہمیں اپنی راہ میں پہرہ داری کی عظیم خدمت عطا کی ہے۔

اے فرزندان اسلام! آپ لوگ اہل فلسطین کے حق میں جو آواز بلند کر رہے ہیں اس نے ہم مظلوموں کی ڈھارس بندھادی ہے۔ ہمیں آپ بھائیوں کی اپنے حق میں آوازیں صہیونی طیاروں سے بھی زیادہ بلند محسوس ہوتی ہیں۔ اے حرمین شریفین کے باسیو! اے غیور مسلمان بھائیو! ہمیں بتاؤ آخر ہمارا کیا قصور ہے کہ آئے روز ہمارے اپنوں کو ہم سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ ہماری عصمت دری کی جاتی ہے۔ ہمارے بنیادی حقوق سلب کر لیے جاتے ہیں اور ہمیں گھر سے بے گھر کر دیا جاتا ہے؟ ہمیں کس گناہ اور جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟ کیا آج تم میں کوئی صلاح الدن ایوبی، طارق بن زیاد، محمود غزنوی اور محمد بن قاسم نہیں جو ہمیں یہود و ہنود کے ناپاک شکنجوں سے آزاد کروائے؟؟؟ کیا آپ کی ہمارے لیے مدد صرف مظاہروں تک ہی محدود ہے؟ خدا را جاگو! جاگو اس وقت سے پہلے جب یہ ظلم کی آگ تمہارے گھروں تک پہنچے اور صہیونی درندوں کے بوٹ تمہارے مقدس مقامات روندتے ہوئے تمہاری دہلیز پر ہوں۔ جاگو اس وقت سے پہلے جب تمہاری ماں، بہن اور بیٹی کی پاکباز چادریں تار تار کر دی جائیں۔ جاگو اس وقت سے پہلے جب تمہارے جگر کے ٹکڑوں کو چوک چوراہوں میں خاک و خون میں تڑپایا جائے۔ جاگو اس وقت سے پہلے جب تمہارا سرمایہ حیات تم سے چھین لیا جائے۔ خدا را جاگو اس وقت سے پہلے جب روح محمدی تمہارے جسم و جان سے نکال لی جائے.....

والسلام

آپ کی مظلوم بہن



اے لہو رنگ فلسطین

شفیق اظہر

تری تاریخ کے ہر باب عزیمت کو سلام

خوں سے لکھی ہوئی اک اک عبارت کو سلام

جذبہ حریت و شوق شہادت کو سلام

اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام

جو ترے جذبہ ایثار کو ممیز کرے

تیری رفتار سر رزم وفا تیز کرے

میری جانب سے ہر اُس سنگِ ملامت کو سلام

اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام

تو ہے اُس قوم کی زد میں جو کسی کی نہ ہوئی

غیر تو غیر ہیں خود اپنے نبی کی نہ ہوئی

ایسی پستی کے مقابل تری رفعت کو سلام

اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام

جس کے دل میں ہو ہمہ وقت فلسطین کا درد

درد دُنیا کا نہیں، ہے بخدا دین کا درد

میں کیا کرتا ہوں اس کے رُخ نصرت کو سلام

اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام

راہ حق میں جو غلیلوں کا اثر جانتی ہے
ہو کے بے تیغ جولنے کا ہنر جانتی ہے

ایسی پُرکار جوانی کی فراست کو سلام
اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام
بھائی کی لاش سے لپٹی ہوئی بہنوں کو نوید
بیویوں، بیٹیوں، بہوؤں کو ہوشاباش مزید

سسکیاں بھرتی ہوئی ماؤں کی ہمت کو سلام
اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام
ٹینک کے آگے جو پتھر لیے ڈٹ جاتے ہیں
قوم کی عزت و ناموس پہ کٹ جاتے ہیں

ایسے بچوں میں نہاں عزمِ شجاعت کو سلام
اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام
خونِ شہداء سے جو تاریخ لکھی جاتی ہے
وہ بصد شوق فرشتوں میں پڑھی جاتی ہے

قطرۂ خونِ شہادت تری حرمت کو سلام
اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام
پیش کرتا ہوں تری فکر کی ندرت کو سلام
اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام

خون سے لکھی ہوئی اک اک عبارت کو سلام
اے لہو رنگ فلسطین تری عظمت کو سلام

لہو رنگی مقابلہ

① 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں اہلسنت کے کن دو علماء کو پچاسی کی سزا سنائی گئی؟

② مرزا غلام قادیانی کن بیماریوں میں مبتلا تھا؟

③ 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں آئین پاکستان میں کتنی ترمیم کی گئی؟

﴿نوٹ: درست جوابات دینے والے خوش نصیبوں کو اگلا شمارہ بالکل فری﴾

﴿جواب نوٹ کروائیں صرف عصر تا مغرب 0321-4370406﴾

گزشتہ شمارے کے انعامی مقابلے کے جوابات

① مدعی نبوت اسود غنسی کو صحابی رسول حضرت فیروز دہلوی رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔

② زندہ دلان لاہور نے متنتی قادیان غلام قادیانی کی لاش کو کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتے ہوئے الوداع کیا۔

③ تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مرزا قادیانی کا مناظرہ و مباہلہ کا چیلنج قبول فرماتے ہوئے بادشاہی مسجد لاہور تشریف لائے لیکن انگریزی بلا (مرزا قادیانی) رفو چکر ہو گیا۔

④ قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائیوں / قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قومی اسمبلی میں امت مسلمہ کی جانب سے قرارداد پیش کی۔

﴿درست جوابات دینے والے خوش نصیب﴾

﴿اجمل خان راولپنڈی، سید عثمان شاہ فیصل آباد، حقیق احمد لاہور، حافظ محمد صدیق لاہور﴾

اکتوبر تا دسمبر 2008ء کے جوابات

① قادیانیوں کے نزدیک بہشتی مقبرے میں دفن ہونے والے بہشتی ہیں۔ نام نہاد بہشتی مقبرے میں دفن ہونے کے لیے شرط ہے کہ مرنے والے کی کل جائیداد کا 10واں حصہ قادیانی جماعت کے لیے وقف کیا جائے گویا قادیانی بہشت اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ جائیداد کے 10ویں حصے سے ملتی ہے۔

② قادیانیوں کے روحانی باپ مرزا غلام قادیانی نے 60 سال کی عمر میں مسلمان خاتون محمدی بیگم سے آسمانی نکاح کی پیش گوئی کی تھی۔ مرزا کی اس یادہ گوئی کا انجام بھی اس کی دیگر پیشگوئیوں کی طرح الٹ ہی ہوا۔ محمدی بیگم کا نکاح 17 اپریل 1892ء کو سلطان احمد سے ہو گیا اور مرزا امنہ تکتارہ گیا تا وقتیکہ 26 مئی 1908ء کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس جہاں کو پاک کر گیا۔



ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن

- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
- حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا
- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
- حضرت سودہ رضی اللہ عنہا
- حضرت زینب بنت خدیجہ رضی اللہ عنہا
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

قادیانیوں کی اسرائیل دوستی

عرفان محمود برق

محترم عرفان محمود برق صاحب برہنہ بر سر قادیانیت کے دلدل میں دھنسنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی نگاہ کرم کے طفیل واپس مجاہدین تحفظ ناموس رسالت میں شامل ہو گئے ہیں۔ محترم عرفان صاحب نے قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کتاب ”قادیانیت اسلام اور سائنس کے کنہرے میں“ کے عنوان سے بہت جاندار و شاندار انداز میں کیا ہے گویا عرفان صاحب اس کتاب کی صورت میں قادیانیوں مرزائیوں پر برق کی طرح گرجے بر سے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ قادیانیت گزارا ہے لہذا اس مضمون کو گھر کے بھیدی کے طور پر پڑھا جائے تو ”گھر کا بھیدی لٹکا اٹھائے“ کی کہادت محترم عرفان محمود برق پر صادق آتی ہے۔

روزنامہ ”نوائے وقت“ میں 15 اکتوبر 2008ء بروز اتوار کو ایک خبر شائع ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ سے تعلق رکھنے والے یہودی محقق ڈاکٹر آئی ٹی ٹونی نے اپنی کتاب ”اسرائیل اے پروفائل“ میں انکشاف کیا ہے کہ قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والے 600 افراد اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ”لندن پوسٹ“ یکم اکتوبر کو ایک رپورٹ میں یہودی محقق نے انکشاف کیا ہے کہ ”پاک بھارت کارگل جنگ کے دوران قادیانی جماعت نے تعلق رکھنے والے افراد نے بھاری مقدار میں چندہ جمع کر کے بھارت کو عطیہ دیا تھا۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز کے ترجمان کا کہنا ہے کہ عرب، عیسائی فلسطینی اور اسرائیلی مسلمان اور دنیا بھر کے دیگر خطوط کے مختلف معاشرتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد بھی اسرائیلی ڈیفنس فورسز کا حصہ ہیں۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں کام کرنے والا ہر رکن رضا کارانہ خدمات پیش کرتا ہے۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز کی ویب سائٹ پر دنیا کے کسی بھی باشندے کو بلا تخصیص نسل و مذہب اور زبان اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں شمولیت کی دعوت موجود ہے۔ اہل آلہ کا دعویٰ ہے کہ فورسز میں شامل کی مسلمان مختلف جنگوں میں ہلاک بھی ہوئے

کے عمیق غاروں میں چھپا دینا ان کے گرومرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر ایک عام قادیانی تک سب کو آتا ہے۔

قادیانیوں کے رسالے ہفت روزہ ”لاہور“ میں 18 اکتوبر 2008ء کے شمارے میں ان واضح حقائق سے صاف انکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ صفحہ ۳ اور ۴ پر لکھا ہے کہ:

”اگرچہ نوائے وقت کی پیشانی پر تو یہ لکھا ہے کہ بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہتا ہے۔ یہ تو اسی وقت ممکن ہے جب جہاد کرنے والا سچ بولے اور پورا تولے۔ نوائے وقت اس مفروضہ کتاب کی طرف یہ بیان منسوب کرتا ہے کہ 1972ء تک اسرائیلی فوج میں 600 پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں۔ ہم نوائے وقت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس جھوٹ کو 100 پر تقسیم کر کے صرف 6 احمدی پاکستانی اسرائیلی فوج میں ہونے کا ثبوت پیش کر دے۔“ ذرا آگے چل کر اس قادیانی رسالے میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”نوائے وقت آج کل جماعت احمدیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈے میں مصروف ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی دوستی اسرائیل سے ہے جسے عالم اسلام اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ بہت پرانا الزام ہے جو بار بار لگایا گیا لیکن آج تک ثابت نہیں ہو سکا۔“

قادیانی کالم نگار کی یہ بات پڑھنے کے بعد ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ اس قادیانی کالم نگار سے کوئی پوچھے کہ کیا تمہارے کہنے سے ایک ثابت شدہ حقیقت جھوٹ میں بدل سکتی ہے؟ آفتاب کی کرنیں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ بزمِ ہستی کو منور کر رہی ہوں اور تم کہو کہ نہیں نہیں اس وقت تو رات کی کالی دیوی نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور ہر طرف اندھیرا ہے۔ ایسی صورت میں لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تمہیں پاگل کہیں۔

تم قادیانی تو یہ بھی کہتے ہو کہ تمہارا مرزا قادیانی نہ شراب پیتا تھا نہ زنا کرتا تھا نہ افیون کھاتا تھا نہ سینما دیکھتا تھا نہ چوری کرتا تھا نہ قیس کے شن اُلٹے بند کرتا تھا نہ اُلٹے جوتے پہنتا تھا نہ مرقا تھا نہ جھوٹا تھا اور نہ گالیاں لکھتا تھا۔ یہ الزامات ہیں جو ثابت نہیں لیکن جب یہی باتیں تمہیں تمہارے

ہیں۔ واضح رہے کہ اسرائیل میں ہر بالغ مرد و عورت پر فوجی خدمات مقرر مدت تک انجام دینا لازمی ہے۔“

اس کے بعد 16 اکتوبر اور 17 اکتوبر کو روزنامہ ”نوائے وقت“ میں اس خبر پر مختلف انداز میں تبصرہ بھی کیا گیا۔ 16 اکتوبر کے ایڈیٹوریل میں لکھا گیا کہ ”ایک برطانوی اخبار کی رپورٹ کے مطابق پاکستان سے تعلق رکھنے والے 600 سے زائد قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں اور مختلف عہدوں پر رضا کارانہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔“

اسرائیلی ڈیفنس فورسز کے ترجمان نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ مختلف مذاہب، ممالک اور معاشرتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد اسرائیلی فوج میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ”لندن پوسٹ“ میں شائع ہونے والی اس رپورٹ میں یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ پاکستان بھارت کا رگل جنگ کے دوران قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھاری مقدار میں چندہ جمع کر کے بھارت کو عطیہ دیا تھا۔ اگر اس رپورٹ کے مندرجات درست ہیں تو یہ انتہائی تشویشناک صورتحال ہے جس کی حکومت کو اعلیٰ سطح پر فوری تحقیقات کرانی چاہیے۔ پاکستان کے شہری قادیانیوں کا اسرائیلی فوج میں بھرتی ہونا اس پاکستان دشمن ملک کو پاکستان کی سالمیت پر وار کرنے کا نادر موقع فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ اگر قادیانیوں سے متعلق اس معاملہ میں موجودہ حکومت کا کوئی عمل دخل ہے جس کی نشاندہی برطانوی اخبار میں شائع ہونے والی رپورٹ سے بھی ہوتی ہے تو ملکی سالمیت کے حوالے سے اس سے زیادہ تشویشناک اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ہر محبت وطن کی خواہش ہے کہ حکومت کو اس رپورٹ کا باریک بینی سے مشاہدہ کر کے اپنے موقف سے آگاہ کرنا چاہیے۔

اس رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد قادیانی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی ہے اور وہ ان حقائق کو اپنی باطل تاویلات کے دبیز پردوں میں چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سچ کے سنہری موتیوں کو جھوٹ

مرزے قادیانی، اُس کے بیٹوں اور دیگر قادیانیوں کی مصدقہ کتب کے حوالے سے دکھائی جاتی ہیں تو تم پھر بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ دراصل تمہارے کانوں، آنکھوں اور دل و دماغ پر اللہ کی طرف سے مہر لگ چکی ہیں کہ تم سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بھی حق نہیں سمجھتے۔ اسرائیل میں قادیانی مشن:

دوست محمد شاہد قادیانی کی کتاب تاریخ احمدیت کے مطابق فلسطین میں یہودی ریاست (اسرائیل) کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں یہ خطہ قادیانیوں کی خصوصی دلچسپیوں کا مرکز بنا رہا اور قادیانیوں کے مبلغ باقاعدہ وہاں اپنی ارتدادی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ اللہ دتہ جالندھری، محمد سلیم چوہدری، محمد شریف، نور احمد، مسز رشید احمد چغتائی جیسے معروف قادیانی مبلغ تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازشیں کرتے رہے۔ 1932ء میں خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے استعماری صہیونی مقاصد کے لیے اس تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کے لیے اس تحریک کے لیے بڑی رقم کا مطالبہ کیا۔

سر ظفر اللہ خان قادیانی کا اعتراف:

غدار اسلام، غدار وطن قادیانی جماعت کے سرکردہ راہنما اور پاکستان کے سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی نے آتش فشاں لاہور کو ایک تفصیلی انٹرویو دیا۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کے بارے میں ان سے چند سوال کیے گئے۔ جن سے اسرائیل میں قادیانی مشن کی حقیقت طشت از بام ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں

● یہ بات عام ہے کہ آپ لوگ اسرائیل کے جاسوس ہیں اور آپ کا وہاں پر مشن موجود ہے؟

☆ ہاں ہے ہمارا وہاں مشن لیکن وہ اسرائیل کے قائم ہونے سے مدتوں پہلے سے ہے۔ اسرائیل کی ریاست کے قیام کے وقت اسرائیل کی حدود کے اندر ایک خاص تعداد مسلمان اور عیسائی عربوں کی تھی جن میں بعض تو اپنا وطن ترک کر کے ساتھ کے عرب ممالک میں منتقل ہو گئے اور بعض وہیں مقیم

رہے۔ ہماری جماعت میں سے بعض اسرائیل کی حدود سے باہر چلے گئے اور بعض وہیں مقیم رہے۔ وہ دیکھیں کہ یہ اسرائیل میں بیٹھ کر بھی اسلام (یعنی قادیانیت۔ ناقل) کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ۱۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ قادیانی اسرائیل میں بیٹھ کر اپنی ارتدادی تبلیغ کسے کرتے ہیں؟ اگر وہ کہیں کہ مسلمانوں کو تو یہ بات ہی خلاف حقیقت ہے۔ اسرائیل میں تو یہودی بستے ہیں نہ کہ مسلمان اور اگر کہیں کہ یہودیوں کو تو یہ اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے، یہودیوں کو تو قادیانی اپنی ارتدادی تبلیغ کر سکتے ہی نہیں۔ کیا قادیانی بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اب تک کتنے یہودیوں کو قادیانیت کے گٹر میں پھینکا ہے؟ اسرائیل جو عربوں کے قلب میں ناسور ہے یہاں قادیانی مشن کے وجود کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ عربوں کے خلاف اسرائیل کی جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ جہاں اسرائیلی یہودیوں کے ظالم دانتوں میں فلسطینیوں اور دیگر عربوں کے گوشت کے ریشے نظر آتے ہیں وہاں ساتھ ساتھ قادیانی بھی اس فعل قبیح میں برابر کے شریک ہیں۔

اسرائیل میں قادیانی مشن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پاکستان کی اندرونی سیاست کے راز لیے جائیں۔ پاکستان کے ایٹمی راز لیے جائیں اور اس پاک وطن میں عالمی استعمار اور یہودی استحصال کی راہیں قائم کی جائیں۔ یہی کام ان کا شیطانی سپوت ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی پوری زندگی کرتا رہا جو پاکستان کے ایٹمی نقشے امریکہ بہادر تک پہنچا تا تھا اور اس کے واضح ثبوت منظر عام پر آ چکے ہیں۔ قادیانیوں کا مشن اسرائیل میں:

پاکستانی قادیانیوں کی اسرائیل میں ان کے مشن سے وابستگی کا اندازہ آپ قادیانیوں کی چناب نگر (ربوہ) میں تنظیم ”تحریک جدید“ کے سالانہ بجٹ ۱۹۶۶ء کے صفحہ ۲۵ سے بھی لگا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ سابقہ ربوہ اور موجودہ چناب نگر پاکستان میں قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ قادیانی جماعت کی تمام تنظیمیں اسی مرکز سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر انتظام چل رہی ہیں۔ پاکستان کے

پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی سے جب پوچھا گیا کہ کیا اسرائیل میں ربوہ کا مشن قائم ہے تو اس نے بوکھلا کر کہا تھا کہ ”حکومت کے نوٹس میں ایسی کوئی اطلاع نہیں“۔ لیکن جب مذکورہ بالا ربوہ کا سالانہ بجٹ شائع ہوا جس میں ”اسرائیل مشن“ کا میزانیہ بھی موجود تھا تو قادیانیوں کو اس منافقانہ روش پر جھنجھوڑا گیا تو کہنے لگے کہ ”اسرائیل میں قادیانی مشن تو قائم ہے اور ہے بھی ربوہ کے ماتحت لیکن وہ کوئی سیاسی مشن نہیں بلکہ تبلیغی مشن ہے“۔

مرزا قادیانی کے پوتے مبارک احمد کا اعتراف:

مرزا قادیانی کے پوتے ”مبارک احمد قادیانی“ نے اپنی کتاب (Our Foreign Mission) اور فارن مشن جو ربوہ سے چھپی ہے کہ صفحہ: ۹۷ پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ”احمد یہ مشن اسرائیل میں حید (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے۔ وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بک ڈپو اور ایک اسکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ”البشری“ کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو ۳۰ مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی مردود۔ ناقل) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔

600 پاکستانی قادیانی اسرائیلی فوج میں:

روزنامہ نوائے وقت کے اس سنسنی خیز خبر کہ ”۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں 600 پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں“ پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانیوں کے شمارے ہفت روزہ ”لاہور“ نے اس خبر کو مفروضہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بالکل ثابت نہیں۔ حالانکہ روزنامہ نوائے وقت نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ لندن سے شائع ہونے والی کتاب ”اسرائیل اے پروفائل“ (Israel A Profile) کے حوالے سے لکھی ہے جس کا مصنف کوئی مسلمان نہیں بلکہ پولیٹیکل سائنس کا ایک یہودی پروفیسر ”آئی ٹی ٹونی“ ہے۔ یہ کتاب کسی اسلامی ادارے نے نہیں چھاپی بلکہ اسے عیسائیوں کے ادارے ہال مال لندن نے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا ہے۔ یہ تفصیل اس کتاب کے صفحہ: ۷۵ پر موجود ہے۔ اگر قادیانیوں کی عقل تھوڑی

بہت بھی کام کرتی ہے تو وہ اس کتاب کو بلا جھجک لندن کے ادارے ہال مال سے منگوا کر پڑھ سکتے ہیں۔ قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ: ۵۴ پر صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ عربوں پر یہ پابندی اب بھی قائم ہے کہ وہ کسی سرسبز گاؤں میں نہیں رہ سکتے اور اسرائیلی فوج میں بھرتی بھی نہیں ہو سکتے۔ قادیانیوں کی اسرائیل دوستی:

قادیانیوں کے رسالے ہفت روزہ ”لاہور“ کے اس اعتراض کہ ”ان پر لگایا گیا اسرائیل دوستی کا الزام بہت پرانا ہے جو بار بار لگایا گیا لیکن آج تک ثابت نہیں ہو سکا“ کا دندان شکن جواب آپ گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آئیے یہاں ان کی اسرائیل گٹھ جوڑ کی مصدقہ کہانی، شرمناک سرگرمیوں اور استحصالی ہتھکنڈوں کی چند جھلکیاں انہیں کے رسائل و جرائد سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

قادیانی مبلغ چوہدری محمد شریف ۱۵ اگست ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۴۹ء کے عرصہ کی اسرائیل سے پاکستان بھیجی گئی رپورٹ میں لکھتا ہے۔ ”ہماری آنکھوں کے سامنے شہر گر گئے آبادیاں ویران ہو گئیں۔ ان ایام میں جبکہ چاروں طرف گولیاں برستی تھیں اور ہر رات معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہم پر طلوع ہوگی یا نہیں۔ دعوت احمدیت کا کام باوجود محصور ہونے کے جاری رہا۔ جب چوہدری محمد شریف قادیانی اسرائیل سے پاکستان آنے لگا تو اسرائیلی صدر بن زیوی نے اس کو خصوصی پیغام ارسال کیا کہ وہ وطن جانے سے پہلے اس سے ضرور ملے۔ ۲۸ نومبر کو چوہدری شریف نے اس سے ملاقات کی۔ مرزا محمود نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء میں اس ملاقات کا ذکر بڑے فخر و مباہات سے کیا ہے۔ ۱۔ قادیانی مبلغین کا اسرائیلیوں پر گولیوں کی برسات میں اور ظلم و استبداد کی سیاہ رات میں تبلیغ کرنا اور چوہدری شریف قادیانی سے ملنے کا اسرائیلی صدر کا اشتیاق اور پھر اس مرزائی مبلغ سے ملاقات یہ سب حقائق قادیانیوں کی اسرائیل دوستی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

۱۹۵۷ء میں سالانہ جلسہ ربوہ کی تقریب میں مرزا قادیانی کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اسرائیلی

حکومت اور قادیانی مشن کے مابین دوستانہ تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا کہ گزشتہ دنوں ہمارے مبلغ نے بیضا (اسرائیل) کے میسر سے ملاقات کی اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ چنانچہ ہماری تعلیمی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا کہ وہ کبائیر (اسرائیل) میں مدرسہ کی عمارت بنا کر دینے کے لیے تیار ہیں اور کہا کہ میں کبائیر ملنے کے لیے آؤں گا۔ چنانچہ بعد میں وہ مقررہ تاریخ پر چار دیگر آدمیوں سمیت آئے۔ جن میں مہندس البلاد بھی تھا۔ اس موقع پر جماعت کے دوستوں اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ واپسی سے قبل میسر صاحب نے مشن کے رجسٹر میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا۔ ہمارے دارالتبلیغ میں ایک صحافیہ ملنے کے لیے آئی جس نے تبادلہ خیالات کیا اور بعد میں ہمارے مبلغ مسجد اور مشن ہاؤس کی تصاویر ایک اخبار میں شائع کروائیں اور جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔^۱

قارئین محترم!

آپ اندازہ کیجیے کہ تعصب کی عینک لگائے اور ہٹ دھرمی کا ہیٹ پہنے ہوئے اسرائیل میں جہاں دنیا کے کسی بھی مذہب کی تبلیغ ناجائز قرار پاتی ہے حتیٰ کہ عیسائی جو یہودیوں کے محسن و مربی ہیں وہ بھی اس فعل سے محروم ہیں لیکن پاکستانی قادیانی کھلے عام وہاں تبلیغ کے نام پر اپنا مشن چلا رہے ہیں۔ روزنامہ ”مارنگ نیوز“ کراچی ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء میں یہ خبر چھپی تھی کہ عیسائی مشنریوں نے بہت سے مواقع پر مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل میں انہیں تبلیغ کی اجازت دی جائے لیکن انہیں اجازت نہیں ملی۔

قادیانیوں کا اسرائیل کو تسلیم کرنا:

لاکھوں عرب مسلمانوں کی تکہ بوٹی کرنے والے، ظلم و بربریت کا محشر بنا کرنے والے، خمیدہ کمر بوڑھوں کو بے رحمانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتارنے والے، معصوم بچوں کی موت کی ہچکیاں سن کر شیطانی قہقہے لگانے والے، عفت مآب عورتوں کی اجتماعی عصمت دری کر کے نیچا ابلیسی رقص کرنے

والے یہودیوں نے ظلم و زیادتی کا طوفان بپا کیا اور عربوں کے سینے میں ایک ناسور یعنی صہیونی ریاست اسرائیل کا قیام کیا۔ دنیاے اسلام نے آج تک اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا لیکن یہودیوں کے آلہ کار قادیانی اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں۔ قادیانی جماعت کا تیسرا سربراہ مرزا ناصر احمد قادیانی ۱۹۸۰ء میں جن دنوں یورپی دورے پر تھا اس نے پکاڈلی لندن کے کیفے رائل میں ایک پریس کانفرنس کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ”میں تاریخ کی اس حقیقت کہ اسرائیل قائم ہے کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرتا۔“

غرقاب عشق رسول ﷺ حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے بارے میں دو تاریخی جملے کہے تھے۔

① قادیانیت یہودیت کا چہرہ ہے۔

② قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔

قادیانیوں کی اسلام اور وطن سے غدار یوں کی فہرست شیطان کی آنت سے بھی زیادہ لمبی ہے چونکہ انہوں نے پاکستان کے وجود کو آج تک تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا اور اکھنڈ بھارت بنے گا۔

③ مرزائیوں نے خلافت عثمانیہ کی تباہی پر قادیان میں چراغاں کیا تھا۔

④ شاتم رسول راہچال کو قتل کرنے والے عظیم عاشق رسول غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے مرزائیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا کہ ”وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی حفاظت کے لیے خون میں ہاتھ رنگنے پڑیں۔“

⑤ قادیانیوں کے نمائندہ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ اس لیے نہ پڑھی کہ قائد اعظم قادیانیوں کے نزدیک کافر تھے چونکہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔

⑥ انہوں نے سقوط شرقی پاکستان پر یوہ کے ہزاروں میں ہنگامہ ڈالا۔

⑥ انہوں نے شاہ فیصل کی شہادت پر جشن منایا۔

⑦ انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کی موت پر خوشی مناتے ہوئے حلوے کی دیکیں تقسیم کیں اور بھٹو کو ایک غلیظ جانور سے تشبیہ دی۔

⑧ انہوں نے کھوئے ایٹمی پلانٹ کا ماڈل امریکہ پہنچایا۔

⑨ انہوں نے ایک فائر اعقل، بد شکل، مراقی اور ایونی (مرزائی قادیانی ملعون) کو بطور نبی، رسول اور مسیح متعارف کروایا۔ (نعوذ باللہ)

اے مجاہد پاکستان!

آج یہود و نصاریٰ کے یہ ایجنٹ پوری دنیا میں اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے ایمانوں کو ارتداد کی چھری سے ذبح کر رہے ہیں۔ نئی نئی سازشیں ہو رہی ہیں اور نئے نئے جال بنے جا رہے ہیں۔ دشمن عقائد کے گھر کی دیوار میں نقب لگا چکا ہے۔ خدا را بیدار ہو جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ، اسلام و وطن کے ان خدایوں سے برسرِ پیکار ہو جاؤ۔ ارضِ وطن کا پتا پتا، بونا بونا اور ذرہ ذرہ پاک وطن کے مکینوں کو چیخ چیخ کر صدا دے رہا ہے کہ

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونے والے جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے



فرعون

ہرنی کے زمانہ مبارکہ کا الگ فرعون تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور مبارک کے فرعون کا نام سنان الاشعل بن العلوان بن العمید اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور مبارک کے فرعون کا نام ریان بن الولید اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور مبارک کے فرعون کا نام ولید بن مصعب تھا۔

دارالافتاء

استفتاء

کلمہ گو مسلمان اور کافر کو اپنی نشست و برخاست میں دوست سمجھنا کیسا ہے اور کافر کسے کہتے ہیں۔ کیا مسلمان کلمہ گو بھی کافر ہیں یا فاسق و فاجر ہیں؟

الجواب

کافر دشمن خدا ہے اور مسلمان کا دشمن۔ اسے دوست بنانا حرام، مسلمان کو صرف مسلمان ہی سے دوستی کرنا چاہیے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ (الممتحنہ: ۱) اور ﴿لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (النساء: ۱۳۴) کافر اس کو کہتے ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی ضرورت دینی کا منکر ہو، مجرد کلمہ گوئی سے مومن نہیں ہو سکتا جبکہ کسی ضرورت دینی کا باوجود ادعائے ایمان، منکر ہو جیسے قادیانی باوجود کلمہ گوئی و ادعائے ایمان، ختم نبوت کے منکر ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرتے ہیں لہذا اس قسم کی کلمہ گوئی مومن ہونے کے لیے کافی نہیں اور ایسا کلمہ گو اگر چاہے آپ کو مسلمان کہتا ہو کافر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بزم اطفال

سوال: نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں کس ملعون نے دعویٰ نبوت کیا؟

جواب: یمن کے باشندے ”اسود غسی“ نے۔ اسود بہت بڑا شعبہ باز اور کہانیاں بنانے کا ماہر تھا۔

سوال: حضور ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے کیا رد عمل فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔

سوال: اسود غسی کا کیا انجام ہوا؟

جواب: حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود کو دواصل جہنم کیا۔

سوال: حضور پر نور ﷺ کو اس کا رخنہ کی اطلاع کیسے ملی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے دار فانی سے پردہ فرمانے سے دو دن قبل اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی

رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ فرمایا۔

سوال: خاتم الانبیاء و الرسل ﷺ نے مجاہد تحفظ ختم نبوت حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو کن الفاظ میں

تخصیص فرمائی؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آج رات امت کے ایک بہترین فرد (حضرت فیروز دیلمی رضی

اللہ عنہ) نے بدترین شخص (اسود غسی مدعی نبوت) کو قتل کیا ہے۔



قائد اہل سنت: حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

اور

مجاہد تحریک ختم نبوت: حضرت مولانا صوفی ایاز خان نیازی

کی قائم کردہ مجاہدین ختم نبوت پر مشتمل تنظیم

فدایان ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

اشاعت اسلام خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے لیے میدان عمل میں ہے۔ 1973ء میں قائم کردہ تنظیم فدایان ختم نبوت کی 1995ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ کے نام سے تنظیم کوئی گئی۔ 2000ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ اور ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ کو ختم کر کے موجودہ ”فدایان ختم نبوت“ کی بنیاد رکھی گئی۔

اس وقت فدایان ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر، شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم رضوی اور مرکزی ناظم اعلیٰ، خطیب پاکستان حضرت مولانا خان محمد قادری ہیں۔ ان حضرات کی ہدایت اور متحرک قیادت نے فدایان ختم نبوت کو مقام ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بہت جلد اہلسنت و جماعت کی مستند اور نمائندہ تنظیم بنایا ہے۔

فدایان ختم نبوت کے جملہ عہدیداران کی جانب سے تمام مومنین کو اس قافلہ عشق و مستی شمولیت کی دعوت ہے کہ آئیں اور اہلسنت کی چنیدہ و باعمل قیادت کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کا علم کریم آفرایمان اسلام کی بارگاہ اقدس میں سرزد ہو جائیں۔



بیت المقدس کا حسین منظر ایک طرف کیہ دیکھو دوسرے کنارے مسجد اقصیٰ



مسجد اقصیٰ سات سو تین سو سالوں پر مشتمل ہے



بیت المقدس میں اس سے اونچی کوئی عمارت نہیں
القدس کا سائرہ جوت سے آئے دیکھتا ہے



۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ کو یہودیوں نے آگ لگائی اس
کے اثرات اس کے پر نمایاں ہیں



دوسرے (دیکھنا) یہاں سے شب سوز
رہاں میں نہایت اعلیٰ مقام پر رہا



دشمن میں فاتح بیت المقدس حضرت صلاح الدین ایوبی کے
مقبرے کا باب الدواخل



یہودی روایات کے مطابق یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کا خواب اور
حضرت یسوع علیہ السلام کی آخری سورت گئی ہے۔ یہاں یہودی مذہب کے
کئی عمارت و جہاز ہیں

سفر مقدس